[illegible]

[illegible]

یا اللہ مدد

در تحقیق و اثبات

شہادتِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ

و

کردارِ یزید

تالیف فارسی

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ

بانی دار العلوم دیوبند، المتوفی ۱۲۹۷ھ

اردو ترجمہ

پروفیسر مولانا انوار الحسن شیرکوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ

دیباچہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ ارشد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی

رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

تحریک خدام اہل سنت والجماعت

کرم آباد ○ وحدت روڈ ○ لاہور

[illegible]

[illegible]

با اضافہ

در تحقیق و اثبات

شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ

و

کردارِ یزید

تالیف فارسی

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ

بانی دارالعلوم دیوبند۔ المتوفی ۱۲۹۷ھ

اردو ترجمہ

پروفیسر مولانا انوار الحسن شیرکوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ

دیباچہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ ارشد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی

مدظلہ العالی

ناشر

تحریک خدام اہل سنت والجماعت

کرم آباد ○ وحدت روڈ ○ لاہور

آئینہ مضامین شہادت امام حسینؓ و کردار یزید

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	اطلاعات ابواب	۲	۲۵	شہادت کی دوسری وجہ	۴۲
۲	التبیین لبیان فسق یزید	۴	۲۶	شہادت امام حسینؓ کا اثبات از تحقیق قرآنی	۴۴
۳	دیباچہ از کتاب شہادت حق قاضی مظہر حسین صاحب	۱۶	۲۷	مقدمہ اولیٰ	۴۴
۴	مسلک اعتدال	۱۷	۲۸	مقدمہ دوم	۴۵
۵	حضرت علیؓ کی تربیت	۱۸	۲۹	مقدمہ سوم در حقیقت اجماع	۴۶
۶	امام حسینؓ کی تربیت	۲۰	۳۰	مقدمہ چہارم	۴۸
۷	یزید اور عباسی	۲۱	۳۱	مقدمہ پنجم	۴۸
۸	یزید غازی قسطنطنیہ کے بیڑے میں	۲۳	۳۲	مقدمہ ششم	۵۲
۹	کردار یزید کا دوسرا پہلو	۲۳	۳۳	خلافت کی اہلیت اہل بیت کے بارے میں	۵۷
۱۰	یزید کا بیٹے کو سمجھانا	۲۴	۳۴	دلیل اوّل	۵۸
۱۱	یزید کے حرم کی منقبت	۲۵	۳۵	دلیل دوم	۵۸
۱۲	مقام عبرت	۲۶	۳۶	تشبیہ	۶۳
۱۳	مسٹر ہی کی حق عباسی	۲۷	۳۷	یزید کی ولیعہدی پر بحث	۷۲
۱۴	کتاب خلافت معاویہ و یزید کی تائید از سندیلوی	۲۸	۳۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب بنی امیہ اور اس	
۱۵	ابو مسلم اور سندیلوی	۳۰		کے متعلقات کے بارے میں	۷۴
۱۶	حضرت مولانا نانوتویؒ	۳۲	۳۹	امیر معاویہؓ کا خلافت کے بارے میں نظریہ	۷۶
۱۷	ایک غلط فہمی کا ازالہ	۳۳	۴۰	حضرت امیر معاویہؓ کے بعد یزید کی حالت	۷۸
۱۸	لقب سید الشہداء	۳۵	۴۱	کربلا کا واقعہ اور مؤرخین و محققین	۸۰
۱۹	التبیین لبیان فسق یزید	۳۵	۴۲	بیعت پر وارد دعا	۸۲
۲۰	حضرت گنگوہیؒ و حضرت نانوتویؒ	۳۶	۴۳	شہادت امام حسینؓ کی دوسری وجہ	۸۳
۲۱	حضرت نانوتویؒ کا خواب	۳۷	۴۴	یزید کی بیعت پر اجماع اور اس کا جواب	۸۴
۲۲	دیوبندی اکابر کی خصوصیت	۳۸	۴۵	امام نووی کا اجماع بیعت پر نظریہ	۸۵
۲۳	خلاف مضمون مکتوب حضرت نانوتویؒ	۴۰	۴۶	قاضی عیاضؒ کا قول	۸۶
۲۴	شہادت کی پہلی وجہ	۴۲	۴۷	علمائے سنت و شیخ محقق دہلوی کا قول	۸۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلماتِ بابرکات

قائد اہل سنت الحاج حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم

بانی و مرکزی امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

پاکستان میں اہل سنت والجماعت کی غفلت اور ناواقفیت کی وجہ سے شیعیت وغیرہ دوسرے فتنوں کے ساتھ خارجیت بعنوان یزیدیت کا فتنہ بھی پھیل رہا ہے جس میں دیوبندی طبقہ بھی مبتلا ہو رہا ہے۔ تحریک خدام اہل سنت کے ایک نوجوان عالم قاری شبیر احمد صاحب علوی سلمہ (فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور) نے حکیم الاسلام حضرت تھانوی قدس سرہ کا یہ محققانہ مکتوب کتابی صورت میں شائع کر کے ایک اہم دینی خدمت سرانجام دی ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ انہوں نے ابتدائیہ کے طور پر ایک جامع مقالہ بعنوان "التمہید فی بیان فسق یزید" بھی اس میں شامل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ علم و عمل میں مزید ترقی عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی دامت برکاتہم

صدر مفتی جامعہ اشرفیہ، لاہور

احقر نے یہ رسالہ سنا ہے یعنی "التمہید فی بیان فسق یزید" اور ٹھیک سمجھا ہے نقول صحیحہ پیش کی گئی ہیں، اس لئے اس میں تردد کی گنجائش نہیں مگر لعنت سے کف لسان محققین کا معمول ہے وہی درست ہے۔ واللہ اعلم جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"التمہید فی بیان فسق یزید"

از قلم

شیر محمد علوی

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ
وعلیٰ آلہ واصحابہ والذین اوفوا عہدہٗ

اما بعد - ہمارے اہل سنت کے پیش نظر یہ رسالہ مبارکہ حجۃ الاسلام استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی متوفی ۱۲۹۷ھ بانی دارالعلوم دیوبند و خلیفہ اعظم قطب العالم اعلیٰحضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کا ہے حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کے بارے میں کچھ لکھنا یا کہنا درحقیقت سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کا نام ہی رسالہ کے مستند ہونے کی کافی دلیل ہے۔ یہ رسالہ دراصل حضرتؒ کا ایک طویل مکتوب گرامی ہے جو آپ نے اپنے مایہ ناز شاگرد رشید حضرت مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہی محشی سنن ابو داؤد کے نام تحریر فرمایا تھا اور حضرت نانوتویؒ کی تصحیح کے ساتھ سب سے پہلے منشی ممتاز علی صاحب میرٹھی مرحوم نے مطبع مجتبائی سے ۱۲۹۲ھ میں شائع کیا چونکہ قاسم العلوم کے نام سے چھپا تھا جس میں حضرتؒ کے اور بھی کئی مکتوبات تھے۔ بعد ازاں پروفیسر مولانا انوار الحسن صاحب شیرکوٹی مرحوم نے ان کا اردو ترجمہ کر کے ناشران قرآن لاہور سے طبع کرایا۔ اسی ترجمہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خدام اہل سنت پاکستان کو توفیق عطا فرمائی کہ اس مکتوب شریف کو دوبارہ زیور طبع سے آراستہ کر کے سنی مسلمانوں کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں

حضرت نانوتوی قدس سرہ نے اس مکتوب گرامی میں شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ پر مجتہدانہ بحث فرمائی ہے اور یہ بھی ثابت فرمایا ہے کہ یزید کے کردار میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دامن بالکل پاک ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ قارئین جب اس رسالہ کے مطالعہ کرنے کے بعد یہ چیز واضح ہو جائے گی۔ ہماری وضاحت کی ضرورت نہیں ہے جمہور امت نے یزید کو فاسق قرار دیا ہے[1] البتہ ہم اس امر پر بحث کرنا چاہتے ہیں کہ یزید کو جمہور امت اور صالحین اسلام نے فاسق قرار دیا ہے بلکہ بعض نے تو تکفیر بھی فرمائی ہے[2] مگر اسکا کیا سبب

---

[1] حضرت نانوتوی قدس سرہ نے بھی جمہور امت کی طرح یزید کو فاسق و فاجر تحریر فرمایا ہے چنانچہ زیر نظر مکتوب گرامی میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے اور اسی طرح آپ نے ایک دوسرے مکتوب میں جو کہ قاسم العلوم میں طبع ہوا ہے اس میں فرماتے ہیں کہ یزید بھی بتحقیق وقت اعلان فسق و فجور مستحق امامت نہ تھا مگر کیا سبب تھا فیض قاسمیہ مکتوب ۲ صفحہ ۶۰ نیز فرماتے ہیں۔ یزید پلید اور عبد الملک وغیرہ کو خلیفوں میں کوئی ایک بھی خلیفہ راشد (قاسم العلوم) میں نہیں گنا جا سکتا۔ ہدیۃ الشیعہ صفحہ ۵۵ مطبوعہ مجیدیہ کانپور۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔ سو خلیفہ راشد تو چار یا پانچ ہی تھے اور یزید و ولید و عبد الملک وغیرہ مروانی و عباسی اکثر ناخلف۔ قصہ یہ ہدیۃ الشیعہ صفحہ ۱۰۵ اس کے بعد مزید تحریر فرماتے ہیں۔ خلیفہ کی دو قسمیں ہیں اول ایک خلیفہ راشد یہ تو وہی چار یا پانچ بزرگ ہیں پانچویں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ہو گئے تھے۔ دوسرا خلیفہ غیر راشد اور خلیفہ غیر راشد بادشاہ اور بلکہ بیچ کی شقوں کی مصداق میں گنے جاتے ہیں۔ یزید اور عبد الملک وغیرہ سب اسی قسم کے ہیں۔ ہاں عمر بن عبد العزیز البتہ دوسری قسم والوں میں سے خلیفہ راشد ہوئے ہیں فقط صفحہ ۱۰۸۔ نیز حضرت نانوتوی قدس سرہٗ اپنی معرکۃ الآرا کتاب ہدیۃ الشیعہ کے صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ مجیدیہ دیوبند پر تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے بعد شہادت حضرت عثمانؓ کے خلافت منصوصہ پر ابو شیعہ قبول کی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت یزید پلید سے خلافت منصوصہ کے طالب ہوئے یہاں تک کہ نوبت شہادت کی آگئی۔

[2] جن حضرات نے یزید پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اُن کی بنیادی وقت حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) اور ... سر فہرست ہیں چنانچہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر مظہری عربی مطبوعہ دہلی ج ۵ صفحہ ۲۸ تفسیر مظہری اردو مطبوعہ دہلی صفحہ ۵ جلد ۶۵ تحت آیت استخلاف عربی صفحہ ۵۵ ۶۳۔ نیز فرماتے ہیں یزید نے کفر قطعی کا اظہار کیا ہے۔ تفسیر مظہری اردو صفحہ ۲۱۰ ج ۸۔ تحت آیت ما نزل اللہ۔ اسی طرح علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں والذی اقول ان الخبیث لم یکن مصدقا برسالۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم روح المعانی صفحہ ۲۲ ج ۲۶۔ (باقی حاشیہ صفحہ نمبر ۶ پر)

یہ ہے کہ تکفیر اور لعن سے کف لسان کیا جائے۔ مگر اسکو خلیفہ عادل بھی نہ کہا جائے جیسا کہ بعض خود ساختہ محقق کہتے ہیں کہ یزید خلیفہ عادلؒ تھا۔ اور تمام وہ بزرگ جو یزید کو فاسق قرار دیتے ہیں انہوں نے تحقیق نہ کی۔ یہ ایک ایسا سنگین الزام ہے جو آج تک علماء دیوبند پر کسی دشمن نے بھی نہیں لگایا۔ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ جن بزرگوں نے یزید کو فاسق قرار دیا ہے وہ سارے غیر محقق اور غیر محتاط تھے بلکہ بقول استاذنا المکرم حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہم معاملہ اس کے برعکس ہے یعنی وہ لوگ جو یزید کو صالح قرار دیتے ہیں اگر تحقیق کرتے تو یہی کچھ کہتے جو ان بزرگوں نے کہا یزید فاسق تھا۔ اب حوالہ جات ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) واما الحسین فلانہ لما ظہر فسق یزید عند الکافۃ من اہل عصرہ۔ لیکن حسینؓ تو جب یزید

[illegible] کا فسق ظاہر ہوا اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی یزید پر لعن کرنے کی وجہ سے تکفیر فرماتے ہیں۔ سوال فی یزید بن معاویہؓ للامام ابن تیمیہؒ صفحہ ۱۰۔ اور امام ابن جوزیؒ نے بھی یزید کا فسق قرار دیا ہے بلکہ اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید۔ السیف المسلول صفحہ ۵۰۴

[۱] مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی تحریر فرماتے ہیں کہ یزید ایک صالح مسلمان اور خلیفہ عادل بھی تھے۔ جواب شافی صفحہ ۱۰۔ از حضرت مولانا سندیلوی

[۲] جواب شافی صفحہ ۱۰۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔ ومن یؤمن باللہ والیوم الآخر لا یختار ان یکون مع یزید ولا مع امثالہ من الملوک الذین لیسوا بعادلین۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ یزید یا اس جیسے غیر عادل بادشاہوں کے ساتھ بھی ہو سکے سوال فی یزید بن معاویہؓ صفحہ ۲۰۔ ابن جوزیؒ نے قاضی ابو یعلیٰ سے روایت کی کہ انھوں نے اپنی کتاب معتمد الاصول میں اپنی اسناد سے صالح بن احمد بن حنبلؒ سے روایت کی کہ صالح نے کہا ابا جی ایک قوم ہمیں یزید کی دوستی کا الزام دیتی ہے امام احمدؒ نے فرمایا اے بیٹے جو خدا پر ایمان رکھتا ہے وہ یزید کے ساتھ دوستی نہیں کر سکتا اور جس پر خدا نے اپنی کتاب میں لعنت فرمائی اس پر لعنت کیوں نہ کی جائے۔ الخ السیف المسلول صفحہ ۵۰۴۔ الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۲۲۔ اور اس کے بعد امام احمدؒ نے سورہ محمد کی آیات تلاوت فرمائیں امام ابن تیمیہؒ اور امام احمدؒ کی عبارت پر مولانا سندیلوی غور فرمائیں کہ یزید کی محبت سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ [illegible]

کا فسق و فجور اس کے دور کے سب لوگوں کے نزدیک نمایاں ہو گیا مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۱۱ تحت الفصل السابع والعشرون فی معنی البیعۃ ۔ ؎۱

(۲) وبعد اتفاقہم علی فسقہ اختلفوا فی جواز لعنہ بخصوص اسمہ ۔ اور یزید کے فسق پر متفق ہونے کے بعد اختلاف ہوا اس پر نام لیکر لعنت کرتے ہیں ۔ الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۲۲ مطبوعہ ملتان صاحب اتحاف السادۃ شرح احیاء العلوم صفحہ ۲۸۰ ج ۹ پر لکھتے ہیں :-

قال ابن حجر المکی وبعد الائمۃ یقولوا عند المذہب فلا یجوز لعنہ وان کان فاسقاً خبیثاً ۔ ترجمہ :- اگرچہ یزید فاسق و خبیث تھا مگر اس پر لعنت کرنی جائز نہیں ۔

(۳) شیخ الاسلام علامہ امام ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں ۔ ومن جعلہ من الخلفاء الراشدین المہدیین فہو ایضاً ضال مبتدع کاذب ۔ اور جو شخص یزید کو خلیفہ راشد کہے وہ گمراہ بدعتی اور جھوٹا ہے ۔ سوال فی یزید بن معاویہ صفحہ ۱۵ مطبوعہ بیروت ۹۶ء

(۴) فاضل جلیل حضرت مولانا عبدالحق حقانی صاحب تفسیر حقانی (م ۱۳۳۶ھ) تحریر فرماتے ہیں "ان (حضرت معاویہؓ) کے بعد ان کا بیٹا یزید بدبخت ان کی جگہ حاکم ہوا اس نالائق دنیادار نے" مزید تحریر فرماتے ہیں "اس بدبخت کے بے دین ہونے میں کیا شک ہے" ملاحظہ ہو عقائد الاسلام مولانا عبدالحق صاحب حقانیؒ مطبوعہ کراچی ۔ اس کتاب پر مندرجہ ذیل اکابر کی تقریظات ہیں ۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانیؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند ! امام المحدثین حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ ۔ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ ۔

؎۱ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہم مہتمم دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں بہر حال مخالفین یزید تو اسے فاسق جانتے ہی تھے مبایعین (بیعت کرنے والے) یزید بھی اسے فاسق ہی سمجھتے تھے اس لئے اس کا فسق متفق علیہ ہے جیسے ابن خلدون نے مقدمہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے ۔ شہید کربلا اور یزید صفحہ ۹۸ طبع جدید لاہور

(۵) قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہٗ (م ۱۳۲۳ھ) فرماتے ہیں: بعض علماء نے جو یزید کی نسبت کفر سے کف لسان کیا ہے وہ احتیاط ہے کیونکہ قتل حسینؓ کو حلال جاننا کفر ہے۔ مگر یہ امر کہ یزید قتل کو حلال جانتا تھا محقق نہیں لہٰذا کافر کہنے سے احتیاط رکھے مگر فاسق بے شک تھا۔ فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۴۹۔ مطبوعہ کراچی

نیز فرماتے ہیں: مگر اجماع جیسا پانچ پہلوں پر ہوا تھا یزید پر کبھی ایسا اجماع اہل حق کا تھا وہ تو متغلب یزید ہو گیا تھا اور اجماع عوام کچھ معتبر نہیں۔ ہدایۃ الشیعہ صفحہ ۹۰۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: ...... اب حقیقت خلفائے خمسہ کی اور تغلب یزید پلید کا حال آفتاب سے روشن ہو گیا اگر کور باطن نہ دیکھے تو کسی کا کیا قصور۔ ہدایۃ الشیعہ صفحہ ۹۰ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی۔

(۶) مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی دیوبندیؒ (م ۱۳۴۷ھ) یزید کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ در ظلم و جور و تعدی و فسق او کلام نیست۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مطبوعہ دیوبند مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ۔ یزید کے مظالم وغیرہ اور فسق میں کوئی اختلاف نہیں ہے صفحہ ۹۵، جلد نمبر ۵، ۱۰۔

(۷) امام العصر حضرت علامہ سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ تحریر فرماتے ہیں: کربلا کے میدان میں حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالبؓ کی جنگ یزید سے اور حرہ[1] مدینہ میں اہل مدینہ کی جنگ

---

[1] یہ جنگ یزید کے زمانہ میں ذوالحجہ ۶۳ھ میں اہل مدینہ کے ساتھ لڑی گئی اور یزید کی طرف سے مسلم بن عقبہ امیر لشکر تھا اس جنگ میں اہل مدینہ پر بڑے بڑے مظالم ہوئے۔ مدینہ پاک کو یزید کے سپاہ نے تین دن تک اپنے لئے مباح رکھا۔ مورخ مدینہ علامہ سمہودیؒ (م ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں: وکانت وقعۃ الحرۃ بعد قتل الحسین ورمی الکعبۃ بالمنجنیق من اشنع شیء جری فی ایام یزید۔ وفاء الوفاء جلد ۱ صفحہ ۱۲۷۔ مقتولین کی مجموعی تعداد بہت زیادہ ہے اکثر مہاجرین و انصار صحابہؓ اور جلیل القدر تابعین ان میں شہید ہوئے ایک ہزار سات سو اہل قرآن ان کے علاوہ عام لوگ جو شہید ہوئے دس ہزار افراد ہیں

(باقی اگلے صفحہ پر)

عقبہ[لہ] بن مسلم کی فوج سے (جو یزید کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا) اور مکہ میں عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی جنگ حجاج سے نیز عبد الرحمن بن اشعث کے واقعہ میں قراء قرآن کی جنگ حجاج سے۔ اسی قبیل سے ہیں (یعنی ظالموں کے خلاف ان کے ظلم و

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۷) اور سات سو حفاظ قرآن اور ستانوے قریشی شہید ہوئے۔ وفاء الوفا ص ۱۲۶ ج نمبر ۱ تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۱۶۸ اور مسجد نبوی میں تین دن رات تک اذان و نماز نہیں ہو سکی۔ وفاء الوفا ص ۱۲۸ ج نمبر ۱ چنانچہ سیدنا سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ میں مسجد کے اندر پناہ گزین تھا اور جب بھی نماز کا وقت آتا تھا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے اذان کی آواز سنتا تھا۔ وفاء الوفا ص ۱۳۲ ج نمبر ۱ نیز مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ان دنوں گھوڑے باندھے گئے اور وہ مسجد شریف میں لید اور پیشاب کرتے رہے۔ وفاء الوفا ص ۱۳۰ ج نمبر ۱ اور جب جنگ سے فراغت کے بعد یزید کی طلب پر دربار یزید میں آیا تو یزید نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کو اپنا مقرب بھی بنا لیا۔ فلما قدم مروان علی یزید شکر لہ ذلک وادناہ۔ وفاء الوفا ص ۱۳۲ ج نمبر ۱ نیز جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے گھر کا سارا سامان لوٹ لیا گیا اور ان کی ریش مبارک اکھاڑی گئی والعیاذ باللہ۔ روی الطبرانی عن ابی ہارون العبدی قال رأیت ابا سعید الخدری رضی اللہ عنہ ممعط اللحیۃ فقلت تعبث بلحیتک فقال لا ہذا ما لقیت من ظلمۃ اہل الشام دخلوا زمن الحرۃ فاخذوا ما کان فی البیت من متاع او خرثی ثم دخلت طائفۃ اخریٰ فلم یجدوا فی البیت شیئاً فاسفوا ان یخرجوا بغیر شیء فقالوا اضجعوا الشیخ فجعل کل یاخذ من لحیتی خصلۃ۔ وفاء الوفا ص ۱۳۵ ج نمبر ۱ جس یزید کو مولانا سندیلوی صاحب خلیفہ عادل ثابت فرماتے ہیں اس کے مظالم کی داستان بڑی طویل ہے ہم نے بطور نمونہ چند ایک مظالم کا ذکر کر دیا ہے۔ باقی کو ان پر قیاس کر کے سمجھ لیا جائے کہ وہ کیسا خلیفہ عادل تھا۔ کیا یہ تمام اکابر بلا تحقیق ہی یہ باتیں لکھ دیا کرتے تھے آج جو تیرہ سو سال بعد صرف یزیدی گروہ کے سرخیل سندیلوی صاحب کو ہی صحیح واقعات کا علم ہوا ہے اور آج تک کسی فرد واحد کو بھی صحیح واقعات کا علم نہیں ہو سکا ہے۔ یا پھر سندیلوی صاحب کے پیشرو محمود احمد عباسی کی تحقیق کی ہے۔ یزید کو خلیفہ عادل کہنا درحقیقت ان تمام بزرگوں کی تغلیط کرنا ہے جو یزید کو فاسق و فاجر کہہ چکے ہیں اور جن کی کفش برداری کو خود مولانا سندیلوی صاحب بھی باعث سعادت جانتے ہیں ملاحظہ ہو جواب شافی ص ۱۰ مؤلفہ مولانا محمد اسحاق سندیلوی ندوی۔ ۱۲

[لہ] اصل نام مسلم بن عقبہ ہے یہ قلب مکان سہو کتابت ہے۔ علوی غفرلہ

جور سے بچنے کے لئے لڑی گئی ہیں الخ) اکفار الملحدین مترجم ص ۲۸ مطبوعہ مجلس علمی کراچی ترجمہ مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی۔

(۸) امام المحققین حضرت مولانا علامہ عبدالحی لکھنوی قدس سرہٗ (م ۱۳۰۴ھ) سے سوال کیا گیا در حق یزید چگونہ اعتقاد باید داشت؟ یزید کے بارہ میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیئے۔ تو جواب میں بہت سے اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ و مسلک اسلم آن ست کہ آن شقی را بمغفرت و ترحم ہرگز یاد نباید کرد و بہ لعن او کہ در عرف مختص بکفار گشتہ زبان خود را آلودہ نباید کرد الخ۔ کہ یزید کے متعلق اسلم ترین مسلک یہ ہے کہ اس (یزید) بدبخت کو مغفرت اور رحمۃ اللہ کے کلمات سے ہرگز یاد نہ کرے اور نہ ہی لعنت سے اپنی زبان کو آلودہ کیجئے۔ فتاوی عبدالحی ص ۹۰۸ ج نمبر ۱ (مطبوعہ یوسفی لکھنو)

(۹) علامہ علی القاری حنفی رحمۃ اللہ نے بھی یزید کو خلفاء جور میں شمار کیا ہے ملاحظہ ہو شرح فقہ اکبر ص ۱۱۷ مطبوعہ شاہدرہ دہلی سنہ ۱۳۱۲ھ

(۱۰) استاذ العلماء رئیس المتکلمین حضرت علامہ استاذ مولانا محمد ادریس کاندھلوی قدس سرہٗ (م ۱۳۹۴) تحریر فرماتے ہیں

”امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید پلید سے مقابلہ“

امام حسینؓ کا خروج خلافت راشدہ کے دعوی کی بنا پر نہ تھا اس لئے کہ خلافت راشدہ کی مدت تیس سال گذر چکی تھی بلکہ مسلمانوں کو ظالموں کی حکومت سے چھڑانا تھا کہ مسلمانوں پر ظالم اور فاسق و فاجر کی حکومت قائم نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ یزید کی حکومت ابھی پوری طرح قائم نہ ہوئی تھی۔ اہل مکہ اہل مدینہ اور اہل کوفہ نے ابھی تک یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کی تھی اور حضرت امام حسینؓ اور عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ نے بھی بیعت نہ کی۔ اور احادیث میں جو یہ آیا ہے کہ بادشاہ وقت سے بغاوت اور اس کی اطاعت سے خروج جائز نہیں

اگرچہ وہ بادشاہ ظالم ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس بادشاہ کا بلا نزاع اور بلا مزاحمت کامل تسلط ہو جائے وہ اگرچہ ظالم ہو اس کی اطاعت سے خروج اور بغاوت جائز نہیں اور جس کا ابھی تک تسلط ہی نہ ہوا ہو اور ہنوز اس کی حکومت ہی قائم نہ ہوئی ہو تو اس کا مقابلہ خروج اور بغاوت نہ کہلائے گا۔ دفع تسلط اور رفع تسلط میں بڑا فرق ہے قائم شدہ تسلط کا رفع یعنی اس کا ازالہ خروج اور بغاوت ہے اور کسی ظالم کے تسلط کو قائم نہ ہونے دینا اس کا نام منع تسلط ہے۔ حضرت امام حسینؓ کا خروج یزید پلید[1] کے دفع اور منع تسلط کے لئے تھا نہ کہ رفع تسلط کے لئے۔ ماخوذ از فتاوی عزیزی ص ۲۲۔ ج نمبر ۱۔ خلافت راشدہ طبع اول ص ۲۰۸ و ۲۰۹ مصنفہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

(۱۱) امام پاکستان رئیس المحققین علامہ دوراں استاذ الکل حضرت مولانا سید احمد شاہ بخاری قدس سرہٗ[2] چوکیروی (م ۱۴۰۹ھ)

---

[1] حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ (م ۱۲۳۹ھ) تحریر فرماتے ہیں: خروج حضرت امام حسینؓ بنا بر دعوی خلافت راشدہ نبود چرا کہ بعد سی سال منتفی گشتہ بود بلکہ بنا بر تخلیص مسلمانان از دست ظالم بود و اعانت المظلوم علی الظالم من الواجبات۔ و آنچہ در مشکوۃ ثابت است کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم از نزاع و خروج بر پادشاہ وقت اگرچہ ظالم باشد منع فرمودہ اند پس مراد آن وقت است کہ آن پادشاہ ظالم بلا نزاع و مزاحم تسلط تام پیدا کردہ باشد و چون اہل مدینہ و اہل مکہ و اہل کوفہ بتسلط یزید پلید راضی نشدہ بودند و مثل حضرت حسینؓ و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بیعت نکردہ بودند پس خروج حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ برائے دفع تسلط او بود نہ برائے رفع تسلط و آنچہ در حدیث ممنوع است آن خروج است کہ برائے رفع تسلط سلطان جابر باشد و فرق درمیان دفع و رفع ظاہر و مشہور فی المسائل الفقہیہ۔ فتاوی عزیزی ص ۲۲ ج نمبر ۱ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۲۲ھ

[2] حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قطب زمان حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے اور سنی و شیعہ نزاعی مسائل میں اللہ تعالیٰ نے خاص مہارت بخشی تھی آپ نے کئی رسائل تصنیف [illegible] سے نکالا جو شیعی اعتراضات کا جواب اور ناموس صحابہؓ کا پاسبان تھا۔ آپ چوکیرہ ضلع سرگودھا میں مدرسہ عربیہ دارالہدیٰ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یزید اور واقعہ کربلا کے سلسلے میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

س: واقعہ کربلا میں کس حد تک یزید کا ہاتھ ہے؟ اور وہ اس وقت کربلا سے کتنا دور تھا کیا وہ قابل دشنام ہے۔ کیا یہ صحیح ہے۔ کہ وہ فاسق و فاجر تھا؟

جواب: واقعہ کربلا کی تمام تر ذمہ داری یزید پر عائد ہوتی ہے۔ وہ اگرچہ اس واقعہ کے وقت ظاہر میں کربلا سے بہت دور تھا۔ مگر حقیقت میں وہ اسی قدر نزدیک تھا کیونکہ کوئی کام اس کی رائے کے بغیر نہیں ہو رہا تھا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عظیم شخصیت پر ہاتھ ڈالنا کسی فوجی افسر یا کسی صوبے کے گورنر کا ذاتی فعل نہیں ہو سکتا۔ ہم اس موقع پر اہل سنت کی مشہور و معروف درسی کتاب شرح عقائد نسفیہ کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں جو سوال مذکور کے ہر ایک جز کا شافی جواب ہوگی۔ دیکھو کتاب مذکور مطبوعہ دیوبند۔ ص ۱۱۳۔

والحق ان رضا یزید بقتل الحسین واستبشاره بذالک واہانتہ اہل بیت النبی علیہ السلام مما تواتر معناہ وان کان تفاصیلہ احاداً فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ واعوانہ۔ (ترجمہ) اور حق بات یہ ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر یزید کا راضی ہونا اور پھر اس پر خوشی کا اظہار کرنا اور نبی ﷺ کے گھرانے کو رسوا کرنا اگرچہ لفظوں کے اعتبار سے اخبار احاد ہیں مگر معنی کے رو سے متواتر ہیں پس ہمیں اس کے بے ایمان ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ خدا کی لعنت ہو یزید پر اور اس کے امداد کرنے والوں پر چاہے امداد مشورہ سے کریں اور چاہے اسلحہ سے اس کی امداد کریں۔

(نوٹ) شرح عقائد کی مذکورہ بالا عبارت میں غور کرو۔ اس میں صیغہ متکلم مع الغیر اپنی ذات

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر) کے بانی اور صدر مدرس رہے۔ مگر زندگی کے آخری چند سال آپ نے سرگودھا شہر میں گزارے وہاں ایک عظیم الشان مسجد جامع مسجد فاروق اعظم اور ایک مدرسہ دار العلوم فاروق اعظم قائم فرمایا مگر آپ تھوڑا ہی عرصہ بعد میں حیات رہے بالآخر [illegible] کو انتقال فرمایا اور اپنے آبائی گاؤں احمد آباد ضلع سرگودھا میں مدفون ہوئے۔ محمد بشیر احمد علوی غفرلہ

کی نہیں بلکہ تمام اہل سنت کی ترجمانی کرتا ہے۔ علم عقائد کی کتابوں میں صرف اسی شرح عقائد کو نصاب تعلیم کے اندر داخل ہونے کا شرف حاصل ہے اور آج تک کسی عالم نے اس کتاب کو نصاب تعلیم سے خارج کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ پندرہ روزہ "الفاروق" چکوال ص ۲۲ ۔ ۱۵ مئی ۱۹۸۹ء ج ۲ شمارہ نمبر ۱۰ ۔ تقریباً اسی قسم کی تفصیل علامہ تفتازانی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب عقائد شرح مقاصد میں تحریر فرمائی ہے ملاحظہ ہو بحث یزید مطبوعہ مصر جیسا کہ

(۱۲) حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا الشاہ اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ (م ۱۳۶۲ھ) ایک طویل سوال کا جواب تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔ دوسرے صحابہؓ نے جائز سمجھا۔ حضرت امام حسینؓ نے ناجائز سمجھا اور گو اکراہ میں باختیار جائز تھا مگر واجب نہ تھا اور تمسک با لحق ہونے کے سبب یہ مظلوم تھے اور مقتول مظلوم شہید ہوتا ہے۔ شہادت خروج کے ساتھ مخصوص نہیں۔ پس ہم اسی بنا پر مظلومیت پر ان کو شہید کہیں گے۔ باقی یزید کی سو قتال میں اس کے متعلق نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد ہے اپنی تقلید کیوں کرتا تھا خصوص جب کہ حضرت امامؓ آخر میں فرمانے بھی لگے تھے کہ میں کچھ نہیں کرتا۔ اس کو تو عداوت ہی تھی۔ چنانچہ امام حسینؓ کے قتل کی بنا یہی تھی اور مسلط کی اطاعت کا جواز الگ بات ہے مگر مسلط پر نائب جائز ہے خصوص نااہل کو۔ اس پر خود واجب تھا کہ معزول ہو جاتا۔ پھر اہل حل وعقد کسی اہل کو خلیفہ بناتے۔ امداد الفتاویٰ ص ۱۲۱ ج ۴ سے نمبر م

(۱۳) امام ربانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ (م ۱۰۳۴ھ) تحریر فرماتے ہیں۔ یزید بے دولت از اصحاب نیست در بدبختی او کرا سخن است کاری کہ آں بدبخت کردہ ہیچ کافر فرنگ نکند۔ بعضی از علماء اہل سنت کہ در لعن او توقف کردہ اند نہ آنکہ از وے راضی اند بلکہ رعایت احتمال رجوع و توبہ کردہ اند۔ مکتوبات امام ربانی ص ۱۳۲ دفتر اول مطبوعہ ترکی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یزید بدبخت صحابی نہیں ہے اور اس کے

بدبخت ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے اس بدبخت نے ایسے کام کیئے جو فرنگی کافروں نے بھی نہیں کئے بعض علماء اہل سنت نے (مثل امام غزالیؒ وغیرہ) جو اس پر لعنت کرنے میں توقف کیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اس کو پسند کرتے ہیں اور اس سے راضی ہیں۔ بلکہ محض اس احتمال پر کہ شاید اس نے آخر وقت میں توبہ کرلی ہو اس بنا پر لعنت نہیں کرتے۔

(۱۴) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ (م ۱۳۷۷ھ) فرماتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ مؤرخین میں سے ان لوگوں کا قول کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ حیات میں یزید معلن بالفسق تھا اور ان کو اس کی خبر تھی اور پھر انہوں نے نامزد کیا ہے بالکل غلط ہے۔ ہاں ہو سکتا ہے کہ اس وقت میں خفیہ طور پر فسق و فجور میں مبتلا ہو مگر ان کو اس کے فسق و فجور کی اطلاع نہ ہو۔ ان کی وفات کے بعد وہ کھل کھیلا اور جو کچھ ظہور ہونا چاہیئے تھا کر بیٹھا۔ مکتوبات شیخ الاسلام ص ۲۲۰ ج نمبر ۱ مطبوعہ لاہور شائع کردہ مولانا سید حامد میاں صاحب۔ جامعہ مدنیہ لاہور۔

(۱۵) امام اہل سنت مولانا عبد الشکور صاحب فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ (م ۱۳۸۱ھ) جو اپنے وقت کے بہت بڑے محقق تھے اور ان کی تحقیقات خصوصاً متنازعہ فیہ مسائل میں ان پر اکابر دیوبند نے اعتماد فرمایا اور امام التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے تو ان کو امام وقت قرار دیا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت علیؓ کے فرزند حضرت حسینؓ کا واقعہ کربلا بھی بتلانے کے لئے کافی ہے۔ کہ ایک فاسق کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور اپنی آنکھوں کے سامنے تمام خاندان کٹوا دیا۔ ابوالائمہ حضرت علیؓ کی مقدس تعلیمات ص ۴۳

(۱۶) امام المجاہدین قطب الاقطاب حضرت سید احمد شہید قدس سرہٗ (م ۱۲۴۶ھ) فرماتے ہیں۔ (حضرت حسینؓ کا) یزید کے ساتھ جنگ کرنے کا باعث اس سے ناجائز امور کے صادر ہونے کے سوا اور کوئی نہ تھا اور جب یہ آدمی ناجائز کام کا مرتکب ہوا اس پر

اصرار کیا اور کلام کو بہتر اور جانا تو حضرت امام رضی اللہ عنہ کی جانب سے دھتکار دینے کے لائق ہو گیا اور آپ کے دشمنوں کے متابعت کنندوں میں داخل ہو گیا۔ صراط مستقیم اردو ص ۱۰۹۔ مطبوعہ کراچی۔ (صراط مستقیم حضرت سید صاحبؒ کے ان علوم کا ذخیرہ ہے جو حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید اور حضرت مولانا عبدالحی صاحبان قدس سرہما نے جمع کیا تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے ان علوم کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مدون کر کے کتابی شکل میں ضبط فرمایا تھا۔ علوی غفرلہ)

(۱۷) امام المناظرین شیخ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری ثم مدنی قدس سرہ (م ۱۳۴۶ھ) تحریر فرماتے ہیں۔ جناب امام (حسینؓ) یزید کو بوجہ اس کے فسق یا کفر کے باعث خلافت و تعیین لائق امامت ہی نہیں سمجھتے تھے۔ ملاحظہ ہو مطرقۃ الکرامۃ علی مرآۃ الامامۃ ص ۵۵، ۵۴۔ مطبوعہ جدید لاہور۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو اکابر دیوبند سے وابستہ کہتے ہیں ان کو سوچنا چاہیئے کہ یزید کو اکابر نے کیا کہا ہے۔ ہم نے بطور نمونہ کے چند اکابر کی کتابوں سے چند حوالہ جات نقل کر دیئے ہیں۔ ورنہ تقریباً تمام محققین اکابر کے ہاں یہی بات مسلم ہے کہ یزید فاسق و فاجر تھا اس کو خلیفہ عادل کہنا یا صالح مسلمان کہنا صحیح نہیں ہے۔ اگر اس کے متعلق زیادہ تفصیل درکار ہو تو ”شہید کربلا اور یزید“ مصنفہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اور ”شہید کربلا“ مصنفہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ ملاحظہ فرمائیں۔

نوٹ: حضرت نے یہ مضمون اول سے آخر تک اپنے شیخ و مربی و مرشدی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم اور اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہم کو سنایا اور ان دونوں حضرات نے بعد از تائید چند کلمات بھی تحریر فرمائے جو کہ ابتدائے مضمون میں بطور تائید درج کر دیئے گئے ہیں۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

کتبہ خادم اہل سنت الاحقر شیر محمد علوی غفرلہ

مدرسہ خادم اہل سنت تعلیم القرآن کرم آباد وحدت روڈ لاہور

۲۲ جمادی الثانی ۱۴۰۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچۃ الکتاب

از قلم فیض رقم

قائد اہل سنت الحاج حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم

بانی و مرکزی امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سیدنا محمد
رحمۃ للعالمین وخاتم النبیین وعلیٰ خلفائہ الراشدین المہدیین وعلیٰ
آلہ واصحابہ اجمعین ۔

اما بعد ۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند، قدس سرہ (متوفی ۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء) کے مکتوبات مبارکہ کا ایک مجموعہ بنام "قاسم العلوم" پاکستان میں شائع ہوا ہے جس میں چار مکاتیب ہیں۔ ان میں ایک مکتوب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے اثبات میں ہے۔ اس وقت پاکستان میں یزیدیت و ناصبیت کی ایک مستقل تحریک چل رہی ہے جس کے بانی دور حاضر میں محمود احمد صاحب عباسی مصنف کتاب "خلافت معاویہ و یزید" اور "تحقیق مزید" وغیرہ ہیں۔ عباسی پارٹی اور اس کے مصنفین تحریر و تقریر کے ذریعہ یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ برائے نام خلیفہ تھے اور ان کی خلافت خلافت نبوت نہیں تھی۔ یہ لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر بھی خروج و بغاوت کا الزام لگاتے ہیں اور ان کو طالب جاہ و اقتدار قرار

دیتے ہیں اور ان کے برعکس یزید کو عادل و صالح، پاکباز و متقی اور خلیفہ راشد قرار دیتے ہیں اور اس یزیدی تحریک میں بہت زیادہ سرگرم ہیں۔ یزیدیت اور خارجیت کی یہ تحریک اس لئے بھی خطرناک ہے کہ یہ لوگ سنی اور دیوبندی بن کر کام کر رہے ہیں۔ چنانچہ عباسی پارٹی کے ایک مصنف مولوی عظیم الدین (کراچی) اپنی کتاب "حیات سیدنا یزید" میں عباسی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں: شیخ الاسلام امام اہل سنت علامہ محمود احمد عباسی رحمۃ اللہ علیہ (ص ۱۲۷) ناصبی پارٹی انجمن محبین صحابہؓ اور مجلس حضرت عثمان غنیؓ وغیرہ مختلف تنظیموں کی شکل میں کام کر رہا ہے جس کی وجہ سے ناواقف لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدت مند ہیں اور مخالفین کے حملوں کا دفاع کرتے ہیں۔ اس غلط فہمی کی وجہ سے بعض دیوبندی مسلک کے تعلیم یافتہ افراد بھی اس فتنہ کا شکار ہو رہے ہیں اور چونکہ پاکستان میں روافض کی طرف سے بھی بہت زیادہ اشتعال انگیزی پائی جاتی ہے خصوصاً محرم اور چہلم کے ایام میں تو گویا سارا ملک ماتم کدہ بن جاتا ہے۔ ماتمی مجالس کے علاوہ ماتمی جلوسوں کا بھی پھیلاؤ ہے۔ نذر و منت کے نام پر بھی ہر سال ماتمی جلوسوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان کی طرف سے صحابہ آرڈیننس کے نفاذ کے باوجود بھی رافضی صحابہؓ پر تبرا بازی سے باز نہیں آتے۔ جس کے رد عمل میں سنی مسلمان ہر اس تحریک و مجلس سے تعاون کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کا عنوان مدح و تحفظ ناموس صحابہ ہو (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

مسلک اعتدال

بیشک حضور خاتم النبیین رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام جماعت صحابہؓ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی امت کے مابین ایک واحد واسطہ ہے حسب ارشاد نبوی مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي

اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ (یعنی جو شخص میرے اصحاب کے ساتھ محبت رکھے گا وہ میری ہی محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھے گا۔ اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ہی ان سے بغض رکھے گا) اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ایمان کی اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔ لیکن جس طرح حب اہل بیت کی آڑ میں بغض صحابہ مذموم ہے اسی طرح حب صحابہ کی آڑ میں بغض اہل بیت بھی مذموم ہے۔ مسلک اہل سنت والجماعت ایک معتدل مسلک ہے جس میں افراط و تفریط نہیں پائی جاتی۔ رسول خدا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں خلفائے راشدین، تمام صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات جو حسب ارشاد خداوندی وَ اَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُھُمْ تمام مومنین اور مومنات کی روحانی مائیں ہیں۔ اور از سلسلۂ قرابت حضور کی اہل بیت ہیں اور حضور کے از روئے حدیث اہل بیت حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فاطمۃ الزہراء، حضرت حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان سب سے محبت کرنا ایمان ہے اور بغض رکھنا نفاق ہے۔ لہٰذا جو لوگ حب صحابہ کرام کا عنوان قائم کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فاطمۃ الزہراءؓ، امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کی بے شرمی سے عظمت کو گھٹاتے ہیں وہ بھی صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں۔ ان میں اور روافض میں مقصد اور نتیجے کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو یہ ان کا تقیہ ہے۔

حضرت علیؓ کی توہین

محمود احمد عباسی حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "دشمنان دین اور کفار سے تیغ آزمائی کرنے کے بجائے طلب و حصول خلافت کی غرض سے تلوار اٹھائی گئی تھی" اس کے بعد اپنی تائید میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی کتاب ازالۃ الخفاء کی ایک عبارت سے غلط استدلال کرتے ہوئے اپنے ناپاک نظریہ کی تائید مزید میں ایک غیر مسلم

مستشرق کی عبارت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ شاہ صاحب کے اس خیال کی تائید ایک آزاد نگار مستشرق کے بیان سے ہوتی ہے۔ دے خوشے نے اپنے مقالہ بعنوان خلافت میں یہ لکھتے ہوئے کہ ان بلوائیوں کے مجمع غفیر نے حضرت علیؓ کو زمام خلافت ہاتھ میں لینے کے لئے بلایا اور طلحہؓ و زبیرؓ کو ان کی بیعت کیلئے مجبور کیا۔ کہا ہے کہ: حقیقت نفس الامر یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو (خلیفہ شیعہ کی) جانشینی کا استحقاق واقعتاً حاصل نہ تھا۔ علاوہ ازیں یہ بھی واضح ہے کہ تقدس و پارسائی کا جذبہ قرآن کے طالب خلافت میں کارفرما نہ تھا بلکہ محض ہوس اقتدار اور حب جاہ کی تدابیر تھا۔ اسی لئے معاملہ فہم لوگوں نے اگرچہ وہ حضرت عثمانؓ کے طرز حکمرانی کی مذمت کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کو ان کا جانشین تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ بحوالہ ایضاً جلد ۵ ص۲) (خلافت معاویہ و یزید طبع چہارم ص۵۵) ایک غیر مسلم (کافر) تو یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت علیؓ میں تقدس و پارسائی کا جذبہ نہ تھا وغیرہ لیکن ایک مسلمان یہ بات نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ از روئے قرآن و حدیث قطعی جنتی ہیں۔ وہ قرآن کے موعودہ خلیفہ راشد ہیں۔ بیعت رضوان میں شامل ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے راضی ہونے کا اعلان فرما دیا ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا ناظرین کا کام ہے کہ عباسی صاحب نے اپنے موقف کی تائید میں ایک غیر مسلم کی مندرجہ بالا عبارت نقل کر کے کونسا راستہ اختیار کیا ہے۔

(۲) حضرت علیؓ کو ہدف تنقید بناتے ہوئے اپنے عناد و کجی کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

حضرت علیؓ کا مدینہ چھوڑ کر کوفہ میں سکونت اختیار کرنا کچھ اہل مدینہ سے دل برداشتہ ہونے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اپنی سیاسی مصلحتوں کی بنا پر تھا اور جیسے ہی مدینہ میں قدم نہ رکھنا بھی اہالیان مدینہ سے دل برداشتہ ہونے کی بنا پر نہ تھا۔

شاید ان کے ضمیر نے اجازت نہ دی کہ جب یہ تین المناک حالات ان کی سیاسی شعور کے تجربہ میں پیش آ چکے تھے (۱) یعنی خلیفہ کے قتل کو جس کی بیعت میں وہ داخل تھے نہ روکنا (۲) قتل کے بعد ان کے خون کا قصاص نہ لینا اور (۳) سب سے بڑھ کر اپنی ماں ام المومنین سے جو قاتلین سے قصاص لینے گئی تھیں برسر پیکار ہونا۔ اور ان سبائیوں کی سازش سے جو ان کی فوج میں شامل ہو گئے تھے اور ان کی اہانت کے موجب اور اذیت جسمانی پہنچ جانے کے باعث ہوتے تھے ان کو بدستور اپنا مشیر خاص رکھنا ان حالات میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے سامنے کیسے حاضر ہو سکتے تھے خصوصاً آپ کی محبوب ترین رفیقہ حیات کے ساتھ۔" بارڈول کے بعد تحقیق مزید"

بطور نمونہ یہاں صرف دو عبارتیں درج کی ہیں جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عباسی صاحب کے دل میں کیا ہے۔ اور یہ حب ام المومنین کی آڑ میں سنت ہے یا سبائیت خارجیت۔ ان کی مزید تفصیل ان شاء اللہ میری زیر تالیف کتاب "خارجی فتنہ" میں آئے گی۔۔

امام حسینؓ کی توہین

اہل سنت والجماعت کے عقیدہ میں حسب ارشاد نبوی (حضرت حسنؓ اور) حضرت حسین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ لیکن محمود احمد صاحب عباسی ان کو بھی جاہ و اقتدار کا طالب سمجھتے ہیں اور ان پر بھی ایک غیر مسلم مورخ کی عبارت کی آڑ میں تنقیدی نشتر چلاتے ہوئے لکھتے ہیں:- "آزاد اور بے لاگ مورخین نے حضرت حسین کے اقدام خروج کے سلسلے میں اسی بات کو بیان کیا ہے۔ مشہور مورخ دوزی کا ایک فقرہ اس بارے میں قابل لحاظ ہے وہ لکھتا ہے:۔ کہ خلف یعنی آنے والی نسلوں کا عموماً یہ شعار رہا ہے کہ وہ ناکام مدعیوں کی ناکامی پر جذبات سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور یہ

اوقات انصاف اور قومی امن اور یکجہتی کے ہولناک خطروں کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو استبداد میں فرد سلک دی گئی ہو۔ یہی کیفیت افغان کی حضرت حسینؓ کے متعلق ہے جو ان کو ایک ظلم و جور کا کشتہ خیال کرتے ہیں۔ ایرانی شدید تعصب نے اس تصویر میں خد و خال بھرے اور حضرت حسینؓ کو بجائے ایک معمولی قسمت آزما کے جو ایک اونچی شورش و فساد کے ذہن اور تقریب غیر معمولی حب جاہ کے کارن ہلاکت کی جانب تیز گامی سے رواں دواں ہوں ولی اللہ کے روپ میں پیش کیا ہے۔ ان کے ہم عصروں میں اکثر و بیشتر انہیں ایک دوسری نظر سے دیکھتے تھے اور انہیں عہد شکنی اور بغاوت کا قصوروار خیال کرتے تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کی زندگی میں یزید کی ولی عہدی کی بیعت کی تھی اور اپنے حق اور دعوے خلاف کو ثابت نہ کر سکے تھے" (ص ۴۹ تاریخ مسلمانان اسپین مؤلفہ دوزی مترجمہ فرانسیس گرفن سٹوکس مطبوعہ لندن ۱۹۱۳ء) (خلافت معاویہ و یزید طبع چہارم ص ۴۴)

یہاں اس بحث کی گنجائش نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کی کیا اہمیت تھی صرف اس مقصد کے تحت جناب محمود عباسی کی عبارت پیش کی ہے کہ عباسی صاحب حضرت حسینؓ کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں اور وہ حضرت امام حسینؓ کو ایک خدا پرست طالب رضائے حق و صداقت مانتے ہیں یا جاہ پسند اور نفس پرست انسان۔

یزید اور عباسی

حضرت علی المرتضیٰؓ جو اہل سنت والجماعت کے عقیدہ میں چوتھے خلیفہ راشد ہیں اور امام حسین رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسے اور تربیت یافتہ صحابی اور جنتی شخصیت ہیں۔ ان دونوں کے متعلق عباسی صاحب کا نظریہ ان کی متعدد عبارتوں سے پیش کر دیا ہے۔ اب ان کی وہ عبارتیں ملاحظہ فرمائیے جن میں انہوں نے یزید بن معاویہؓ کے متعلق اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ خصائل محمودہ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:۔

فضل، تقویٰ و پرہیزگاری پابندی صوم و صلوٰۃ کے ساتھ امیر یزید حد درجہ کریم النفس، حلیم الطبع، سنجیدہ و متین تھے۔ ایک عیسائی روسی مورخ نے ان کی سیرت کے بارے میں ان کے ہم عصر کا بیان ان الفاظ میں لکھا ہے:۔ "وہ (یعنی امیر یزید) حد درجہ حلیم و کریم سنجیدہ و متین۔ غرور و خود بینی سے مبرّا۔ اپنی زیردست رعایا کے محبوب، ترک و احتشام شاہی سے متنفر تھے۔ عام شہریوں کی طرح سادہ معاشرت سے زندگی بسر کرنے والے اور مہذب تھے" (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ص۱۱۳)

علامہ ابن کثیرؒ نے ان کے خصائل کے بارے میں اسی قسم کے الفاظ تحریر کئے ہیں لکھتے ہیں:۔ وقد كان يزيد فيه خصال محمودة من الكرم والحلم والفصاحة والشعر والشجاعة وحسن الرأي في الملك وكان ذا جمال حسن المعاشرة (ص ۲۳۰ ج ۸۔ البداية والنهاية وتاريخ الاسلام ذهبي ص ۹۵ جلد ۲)

(ترجمہ) "اور یزید کی ذات میں قابل ستائش صفات حلم و کرم۔ فصاحت و شعر گوئی اور شجاعت و بہادری کی تھیں۔ نیز معاملات حکومت میں عمدہ رائے رکھتے تھے اور وہ خوبصورت اور خوش سیرت تھے" (خلافت معاویہؓ و یزید ص۲۳)

اس کے بعد حافظ ابن کثیرؒ نے جو لکھا ہے حسب ذیل ہے:۔ "وكان فيه ايضا اقبال على الشهوات وترك بعض الصلوات في بعض الاوقات واماتتها في غالب الاوقات" (ترجمہ) اور اس میں یہ بھی عادتیں تھیں۔ شہوتوں کی طرف اس کا میلان تھا۔ اور بعض اوقات میں بعض نمازیں چھوڑ دیتا تھا۔ اور اکثر اوقات میں وہ نمازوں کو فوت کر دیتا تھا"

چونکہ مذکورہ عبارت سے یزید کا فسق ثابت ہوتا تھا اس لئے عباسی صاحب نے یہ عبارت نہیں لکھی حالانکہ یہ کھلی ہوئی خیانت ہے۔ جب حافظ ابن کثیر کی رائے یزید کے بارے میں لکھنا مقصود تھا تو ان کی اس باب میں ساری عبارت درج کرنا لازم تھا تاکہ

ناظرین کو ان کی رائے بھی صحیح طور پر معلوم ہو جاتی ۔ اس سے عباسی صاحب کی تحقیق و دیانت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔ جب اس حرکت پر گرفت ہوئی تو دوسرے ایڈیشن میں بھی وہ حذف شدہ عبارت نہیں لکھی، بلکہ حاشیہ میں یہ نوٹ دے دیا کہ :-

" اس عبارت کے بعد ہی لفظ ایضاً کے ساتھ جو الفاظ درج ہیں وہ اس لئے حذف کر دیئے گئے کہ جن بزرگوں کو امیر یزید کے حالات سے ذاتی واقفیت تھی انہوں نے امیر موصوف کی پابندی نماز اور اتباع سنت کا حال بیان کیا ہے مثلاً سیدنا حسینؓ محمد بن الحنفیہ وغیرہم نے جو دوسری جگہ درج ہے ۔ نیز اس موقع پر ان کی کریم النفسی کا ذکر کیا گیا ہے " (خلافت معاویہؓ و یزید ص ۱) یہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے ۔ اعتراض تو یہ ہے کہ اگر یزید کے بارے میں ابن کثیرؒ کی رائے کا صحیح اظہار مقصود تھا تو پھر یہ تدبیر صحیح ہے جو عباسی صاحب نے اختیار کی ہے ۔ اسے کہتے ہیں میٹھا میٹھا ہپ اور کڑوا کڑوا تھو ۔ (۲) نیز لکھتے ہیں :- امیر یزید کو حکومت و سیاسی امور میں ہی حضرت فاروق اعظمؓ کی پیروی کا اہتمام نہ تھا بلکہ طرز معاشرت میں بھی ان کی پیروی کرتے ۔ زندگی

یزید فاروق اعظمؓ کی پیروی میں

صدر درجہ سادہ تھی ۔ عام باشندوں کی طرح ان کا لباس سادہ ہوتا ۔ حکومت کے طمطراق و تزک شاہی سے سخت متنفر تھے ۔ لاکھوں روپیہ دیانت و عطایا کا دوسروں کو دریا دلی سے دیتے مگر اپنی ذات پر مسرفانہ خرچ کرتے زہاد و عباد امت کی مجالس میں شریک ہوتے حضرت ابو الدرداءؓ جیسے زاہد صحابی سے بہت مانوس رہتے ۔ امیر یزید کے ہم جلیس زہاد و عباد امت تھے ۔ علماء فضلاء تھے ۔ طلاب و شیدایان علم تھے الخ (ایضاً طبع چہارم ص ۲۱)

کردار یزید کا دوسرا پہلو

مذکورہ عبارت سے تو ثابت ہوتا ہے کہ یزید بڑا عابد و زاہد تھا حضرت ابو درداءؓ جیسے صحابی سے فیض حاصل کرتا تھا حضرت ابو الدرداءؓ نے حضرت عثمانؓ کی خلافت میں وفات پائی ہے اور یزید کی پیدائش بھی حضرت عثمانؓ کے دور خلافت ۲۶ھ میں ہوئی ہے ۔ لہذا جانے یزید نے کس عمر میں یہ مجلس

حاصل کی ہیں یہ بحث کتاب "ترجیح قصہ" میں آ چکی، یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ یزید تو عباد و زہاد کی مجالس کے فیضان سے عابد و زاہد بن گیا تھا۔ کیا حضرت حسینؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کو بھی حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش ولایت اور دعوات و برکات سے کچھ حصہ ملا تھا یا نہیں؟ بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

اب کردار یزید کا دوسرا رخ خود عباسی صاحب ہی کی عبارت سے ملاحظہ فرمائیں۔ (۱) وہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے لائق مقالہ نگار کے رقمطراز ہیں: "یہ ثابت ہے کہ یزید نے اپنے والد معاویہ کی پالیسی و طریق کار کے بہترین معیاری رکھنے کی کوشش کی اور ان کے باقی ماندہ رفقائے کار کو قائم برقرار رکھا تھا۔ وہ خود شاعر تھا موسیقی کا ذوق رکھتا تھا۔ اہل ہنر اور شعرا کا قدردان اور ادب اور آرٹ کا مربی اور سرپرست تھا۔" (خلافت معاویہ و یزید ص ۳۰۳) (۲) یہ بات بھی صحیح ہے کہ یزید شکار کے شوقین تھے مگر وہ امن پسند، صلح جو اور فیاض اور فراخ دل تاجدار تھے۔ (ملخصاً عن انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا گیارہواں ایڈیشن والیم ۲۸)

(۲) عباسی صاحب لکھتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ امیر یزید بڑے شکاری اور زبردست شہسوار تھے۔ پروفیسر ہٹی نے اسلام میں پہلا بڑا شکاری انہیں کہا ہے (THE FIRST GREAT HUNTER IN ISLAM)

یزید کا چیتے کو ساتھ رکھنا اور شاید یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ایک چیتے کو سدھایا تھا کہ گھوڑے کے پچھلے حصے پر بیٹھا کرے۔ مورخ المسعودی نے بھی لکھا ہے کہ یزید شکار کے بڑے شوقین تھے۔ (ص ۱۴۴ جلد ۲) مگر شکار کا شوقین ہونا اور شکاری چیتے پالنا تو موجب تعجب نہیں، قرآن مجید میں شکاری جانور پالنے اور پرندوں کے ذریعہ شکار کھیلنے کے احکام میں بتا دیا ہے جب شکار حلال کیا اسے حرام کون کہہ سکتا ہے اور امرا و ملوک کے مشاغل تو ایسے کہے جا سکتے ہیں۔ (تحقیق مزید ص ۸۰ از حبیب) شکار کے شائق ہونے کا یہ قصہ تو

نہیں کہ خلیفہ وقت شکار ہی کھیلتا رہے اور چیتا سدھانے اور اس کے کرتب دیکھنے اور دکھانے میں عیش و مستی کی زندگی گزارے۔ کیا خلفائے راشدینؓ نے بھی شکار کے مباح ہونے کی وجہ سے اس قسم کے مظاہرے کئے تھے۔ عبرت عبرت عبرت۔

یزید کے حرم میں مغنیہ

بعنوان "منفعت مزاجی" عباسی صاحب لکھتے ہیں: منفعت مزاجی کی یہ کیفیت تھی کہ ذاتی معاملات میں بھی امیر یزید دامن انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ ابن کثیرؒ نے سلامہ نامی ایک کنیز کا واقعہ بیان کیا ہے جو مدینہ منورہ کی رہنے والی حسن و جمال میں یکتا اور بہ صفت موصوف تھی۔ قرآن شریف اچھی قرأت سے سناتی، شاعرہ اور مغنیہ تھی۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کے فرزند عبدالرحمٰن نے جو خود بھی شاعر تھے اور جن کا ذکر ایک قصہ میں اوپر گزر چکا۔ اس کنیز کی امیر یزید سے بہت کچھ ثناء و صفت کی کہ اس کی خریداری پر راغب کیا۔ کنیز کے آقا سے خریداری کا معاملہ طے کر لیا گیا۔ کنیز مذکورہ مدینہ سے دمشق آکر داخل حرم کی گئی اور دوسری کنیزوں پر اسے فوقیت حاصل ہو گئی۔ لیکن جب یہ راز افشا ہوا کہ یہ کنیز اور مدینہ منورہ کا ایک اور شاعر احوص بن محمد ایک دوسرے کے دام میں گرفتار رہیں۔ امیر یزید نے احوص کو جو دمشق میں موجود تھا نیز سلامہ کو مواجہ میں طلب کر کے تصدیق کی۔ ان دونوں نے فی البدیہہ اشعار میں اقرار محبت کیا سلامہ نے کہا کہ شدید محبت مثل روح کے میرے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے تو کیا اب روح اور جسم میں مفارقت ہو سکے گی۔ امیر یزید نے یہ حال دیکھ کر سلامہ کو احوص کے حوالہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اے احوص اب یہ سلامہ تمہاری ہے تم اسے لو پھر اسے اچھا انعام عطا کیا۔" (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۳۴)

عباسی صاحب نے یہاں جتنا واقعہ سلامہ مغنیہ یعنی گانے بجانے والی کا لکھا اس سے بھی یزید کے ذوق تفریح پر کافی روشنی پڑتی ہے لیکن ابن کثیرؒ کے بیان کی

عبارت عباسی صاحب نے حذف کر دی ہے جس سے یزید صاحب مجسم زہد و تقویٰ ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابن کثیر لکھتے ہیں:-

وکان عبد الرحمٰن بن حسانؓ والاحوص یجلسان علیها او (عبدالرحمٰن اور احوص دونوں سلامہ (یعنی گلوکارہ) کے پاس بیٹھتے تھے، لیکن سلامہ کا اصل تعلق احوص کے ساتھ ہو گیا تھا اس لئے عبدالرحمٰن نے رقابت کی وجہ سے یزید کو سلامہ کی خریداری کی ترغیب دی تھی۔ احوص کو جب اس کا علم ہوا تو وہ یزید کے پاس جا کر ٹھہرا، یزید نے بھی اس کا اکرام کیا۔ سلامہ نے ایک خادم کو کچھ دے کر احوص کے اس کے پاس لانے کے لئے بھیجا۔ یزید کو خادم نے اس امر کی اطلاع کر دی تو یزید نے خادم سے کہا کہ تم احوص کو سلامہ کا پیغام پہنچا دو۔ چنانچہ احوص سلامہ کے بلانے پر اس کے ہاں گیا۔ ساری رات سحری تک وہ دونوں ایک کمرے میں اکٹھے رہے۔ اور یزید ساری رات ان کو چھپ کر دیکھتا رہا۔ البدایہ والنہایہ کے الفاظ یہ ہیں:- وجلس یزید فی مکان یراهما ولا یریانه (اور یزید ایسی جگہ بیٹھا جہاں سے وہ ان کو دیکھتا تھا لیکن وہ دونوں اس کو نہیں دیکھتے تھے) پھر جب احوص سلامہ کے ہاں سے نکلا تو خلیفہ (یزید) صاحب نے اس کو پکڑ لیا۔ پھر سلامہ کو بلایا تو دونوں نے اپنے عشق کا اقرار کر لیا۔ اور سلامہ نے وہ شعر پڑھا جس کا ترجمہ خود عباسی صاحب نے بھی لکھ دیا ہے۔

مقامِ عبرت

عباسی صاحب کی مندرجہ عبارات سے ثابت ہوا کہ (۱) یزید موسیقی کا شوق رکھتا تھا (۲) اسلام میں پہلا بڑا شکار کا کھلاڑی تھا اور اسی سلسلہ میں چیتا بھی سدھایا ہوا تھا (۳) مغنیہ (گانے بجانے والی عورتوں کو اپنے حرم میں رکھتا تھا۔ (۴) سلامہ مغنیہ اپنے احسانات و کمالات کی وجہ سے سب پر فوقیت لے گئی تھی۔ (۵) سلامہ کے دو عاشق تھے جن میں احوص کامیاب ہو گیا تھا (۶) یزید نے خادم کو اجازت دے دی کہ وہ احوص کو سلامہ کے پاس لے

آتے رہے) سلامہ اور احوص ساری رات اکٹھے رہے (۸) خلیفہ صاحب بھی سحری تک ساری رات عشق بازی کا منظر دیکھتے رہے (۹) جب صبح دونوں نے عاشقہ کا اقرار کر لیا تو امیر المومنین نے انتہائی منصف مزاجی کے تحت سلامہ کو احوص کے حوالے کر دیا اور اس کو انعام و اکرام سے نوازا۔

اب کوئی منصف مزاج صاحب ہمیں بتائیں کہ کیا یہی کردار ایک عادل و صالح اور خلیفہ راشد کا ہو سکتا ہے۔ کیا منصب خلافت کے یہی تقاضے ہونے چاہئیں؟ مقررہ زہد و تقویٰ کا یہی اعلیٰ مرتبہ ہے۔ ساری رات اس قسم کا نظارہ دیکھنا کیا یہی خلیفہ صاحب کی نفل عبادات میں شامل ہے۔ کیا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہی نمونہ تھا جس کے متعلق عباسی صاحب لکھ رہے ہیں کہ۔ امیر یزید کو حکومت و سیاسی امور میں ہی حضرت فاروق اعظم کی پیروی کا اہتمام نہ تھا بلکہ طرز معاشرت میں بھی اُن کی پیروی کرتے۔ زندگی حد درجہ سادہ تھی نہ کیا دوسرے حضرات صحابہ رضؓ سے یزید کو بھی فیضان حاصل ہوا تھا جس کا ڈھنڈورا عباسی صاحب پیٹ رہے ہیں۔ اگر مذکورہ کردار والے خلیفہ کو اکابر اہل سنت والجماعت نے فاسق قرار دیا ہے تو بتائیں ان کا کیا جرم ہے۔ ایسے شخص کو عادل و صالح اور راشد خلیفہ کہنا جرم ہے یا فاسق قرار دینا۔ عبرت، عبرت، عبرت۔

سندیلوی بحق عباسی

مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی سابق شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ و حال جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی بھی یزید کے حامی ہیں۔ چنانچہ اپنے ایک رسالہ بنام قاضی مظہر حسین صاحب (چکوال) کے اعتراضات کا "جواب شافی" ص ۱ پر لکھتے ہیں:۔

میری رائے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے جلیل القدر جلالؓ اور یزید کے " ۔ رنگوا دی حضرت محمد بن حنفیہؒ کی تحقیق کے عین مطابق ہے کہ ۔ یزید ایک

صالح مسلمان تھے اور خلیفہ عادل بھی تھے الخ حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ (۱) حضرت محمد بن حنیفہ کا مفصل ارشاد علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۱۸/۲۳۳ مطبوعہ بیروت میں دیا ہے "

الجواب: (۱) اس کی مستقل بحث زیر تالیف کتاب "مولانا محمد اسحاق سندیلوی اور خارجی فتنہ" میں آئے گی، یہاں دریافت طلب امر یہ ہے حضرت محمد بن حنیفہ یزید کے پاس گئے تھے اور ٹھہرے تھے؟ (۲) حضرت محمد بن حنفیہ کے بڑے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ جو صحابی بھی ہیں اور حسب حدیث نبوی جنت کے جوانوں کے سردار بھی ہیں۔ انہوں نے یزید کی کیوں مخالفت کیوں کی تھی؟ اگر سندیلوی صاحب ان کی مخالفت کو حصول اقتدار کی خواہش پر مبنی قرار دیں تو یہ بدظنی حضرت حسینؓ کی شرف صحابیت کے خلاف ہے۔ (۳) علامہ ابن کثیرؒ نے حضرت محمد بن حنیفہ کا ذکر مکمل نقل کرنے کے باوجود یہ لکھا ہے کہ "۔ شہوتوں کی طرف اس کا میلان تھا اور بعض اوقات میں بعض نمازیں چھوڑ دیتا تھا اور اکثر اوقات میں وہ نمازوں کو فوت کر دیتا تھا" (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۳۳) (۴) اگر یزید صالح و عادل خلیفہ تھا تو اہل مدینہ نے اس کی بیعت کو کیوں توڑا جس کی بنا پر واقعہ حرہ پیش آیا اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور ان کے بیٹوں نے اس کی مخالفت کیوں کی جس کے نتیجہ میں آپ شہید ہو گئے (۵) مولانا سندیلوی کے ممدوح محمود احمد عباسی صاحب نے البدایہ والنہایہ سے صلحاء اور اولیاء کے مشاغل کا جس طرح ذکر کیا ہے اور یزید کا اس بارے میں جو کردار سامنے آتا ہے، (جیسا کہ پہلے عبارت پیش کی جا چکی ہے) کیا اس کے باوجود بھی یزید کو صالح اور عادل خلیفہ قرار دے سکتے ہیں۔

کتاب خلافت معاویہ و یزید کی تائید از سندیلوی

عباسی صاحب کی کتاب خلافت معاویہ و یزید شائع ہوئی تو حضرت مولانا سندیلوی

محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے اس کے خلاف ایک بیان دیا تھا جس کے جواب میں مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی نے "دیوبند سے ایک عجیب بیان" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا جو صدق جدید لکھنؤ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا۔ جس میں انہوں نے لکھا کہ "کتاب خلافت معاویہ و یزید" تو زلزلہ فگن ثابت ہوئی۔ اگر شیعہ حضرات اس کی اشاعت سے مضطرب ہیں تو باعث تعجب نہیں ہے مگر بعض اہل سنت کا ان کی ہم نوائی کرنا حیرت انگیز ہے۔ خصوصاً مہتمم صاحب دار العلوم دیوبند کا بیان اور بھی تحیر خیز ہے کہ کتاب کے مضامین مسلک اہل السنت و الجماعت کے خلاف اور جذبات کو مجروح کرنے والے ہیں۔ میں نے کتاب اول سے آخر تک دیکھی اس کا موضوع تاریخی واقعات ہیں نہ کہ مذہبی معتقدات۔" سندیلوی صاحب کا یہ بیان عباسی صاحب نے "خلافت معاویہ و یزید" طبع سوم ص۱۳ پر نقل کیا ہے لیکن بتایا نہ نام کہ یہ لکھا ہے کہ۔

دار العلوم ندوہ کے ایک فاضل استاد نے "دیوبند سے ایک عجیب بیان" کے عنوان سے مو سندیلوی صاحب کے اس بیان کی تردید ماہنامہ دار العلوم دیوبند جنوری ۱۹۶۰ء میں مولانا ابو المظفر احمد استاذ مدرسہ عالیہ العلوم بانسواڑہ دکن نے کر دی تھی۔ یہاں سندیلوی صاحب کے مذکورہ بیان کا ذکر اس لئے کر دیا گیا ہے کہ انہوں نے کتاب "خلافت معاویہ و یزید" اول سے آخر تک دیکھی ہے اور اس کتاب میں سلاطین اموی اور یزید کا تفصیلی ذکر ہے۔ اس لئے ہم نے عرض کر دیا ہے کہ اس قصہ کے تحت خلیفہ یزید کا کردار جو سامنے آتا ہے کیا یہ کسی صالح اور عادل خلیفہ کا کردار ہو سکتا ہے؟ اور سندیلوی صاحب کا یہ لکھنا بھی بالکل غلط ہے کہ اس کتاب کا موضوع تاریخی واقعات ہیں نہ کہ مذہبی معتقدات۔ کیونکہ عباسی صاحب نے اس کتاب میں بعنوان "سبائی پارٹی اور حضرت علیؓ کی بیعت" خلافت مرتضوی پر

مفصل بحث کی ہے اور اپنے موقف کی تائید میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور علامہ ابن تیمیہؒ کی عبارتیں پیش کی ہیں۔ کیا سنبھلی صاحب کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کی بحث مذہبی عقائد سے کوئی تعلق نہیں رکھتی؟ حالانکہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت بھی خلفائے ثلاثہؓ کی طرح آیت تمکین اور آیت استخلاف کا مصداق ہے۔ چنانچہ "جواب شافی" میں موصوف نے یہ تصریح کر دی ہے کہ:۔

حضرت علیؓ کی خلافت بھی آیت استخلاف و آیت تمکین کی مصداق ہے الخ

مولانا سنبھلی یزید کو خلیفہ صالح مانیں یا خلیفہ راشد، وہ اپنے نظریہ میں آزاد ہیں کیونکہ وہ اکابر سلف کی تحقیق کو تسلیم نہیں کرتے لیکن ان کا یہ کہنا کس قدر تعصب یا کج فہمی پر مبنی ہے کہ محمود احمد عباسی کی زیر بحث کتاب کا موضوع تاریخی واقعات ہیں نہ کہ مذہبی عقائد۔

اکابر اسلام اور سنبھلی

میں نے "دفاع صحابہؓ" میں لکھا تھا کہ:۔ مولانا موصوف (یعنی سنبھلی صاحب) بھی یزید کو ایک صالح عادل خلیفہ قرار دیتے ہیں جس کی وضاحت انہوں نے ایک غیر مطبوعہ مکتوب میں کر دی ہے۔ حالانکہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، علامہ حیدر علی مؤلف منتہی الکلام وغیرہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ اور امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنویؒ حتیٰ کہ امام تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس قدس سرہٗ نے امام وقت قرار دیا ہے، سب یزید کو فاسق قرار دیتے ہیں۔ اس کے جواب میں سنبھلی صاحب فرماتے ہیں۔ ان بزرگوں کے ساتھ محبت و عقیدت کو میں اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہوں اور ان کی کفش برداری میسر ہونے کو باعث عزت۔ لیکن باوجود اس کے ان کی ہر رائے

کی اتباع کو ضروری نہیں سمجھتا۔ اس کے ساتھ یہ جانتا ہوں کہ یہ بزرگان امت مخلص اور حق پسند تھے اگر تحقیق فرماتے تو وہی کہتے جو میں کہتا ہوں لہذا جواب شافی ہوتا۔

یہاں سندیلوی صاحب سے مختصراً سوال یہ ہے کہ اگر بغیر تحقیق کے ان حضرات نے دین کی کتنی بے ادبی کو آپ باعث عزت سمجھتے یعنی یزید کو فاسق قرار دیا ہے تو کیا ان کے علم و تقویٰ پر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ اس صورت میں آپ کا ان حضرات سے اپنی عقیدت کا اظہار کرنا کیا تقیہ کے دائرہ میں تو نہیں آتا۔ کیا سندیلوی صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ محدثین اور شارحین حدیث نے بھی یزید کی شخصیت پر بحث کی ہے اور فن اسماء الرجال کے ماہرین نے بھی اس کو غیر عادل اور غیر ثقہ قرار دیا ہے۔ کیا آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اسماء الرجال کی کتابوں میں کسی نے اس کو عادل اور صالح قرار دیا ہے اور سندیلوی صاحب یہ بھی جانتے ہوں گے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ تو اس اصول کی بنا پر بھی یزید کو غیر ثقہ اور غیر عادل کہا ہی گیا ہے۔ مشہور محقق مورخ ابن خلدون بھی یزید کو بالاتفاق فاسق قرار دیتے ہیں اور دور حاضر کے مورخ علامہ سید سلیمان ندوی کی تحقیق میں بھی وہ فاسق ہے۔ یہ صدیوں کے محققین اہل سنت جن میں فقہاء، محدثین بھی ہیں اور مورخین و متکلمین بھی، اساطین امت بھی ہیں بلکہ عامہ امت بھی یزید کو فاسق سمجھتی ہے (حتیٰ کہ بعض اکابر نے اس کی تکفیر بھی کی ہے) تو کیا ان سب حضرات نے بلا تحقیق یزید کو فاسق کہہ دیا ہے؟ سندیلوی صاحب کے پاس وہ کونسی کتب پہنچ گئی ہیں جن سے یہ حضرات ناواقف تھے۔ اسلاف اسلام کی اگر یزید کے بارے میں تحقیق کا یہ حال ہے تو دوسرے معتقدہ مسائل میں ان پر کیونکر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

قارئین کرام! سندیلوی صاحب کی تضاد بیانیوں کے انکشاف کے لئے میری زیر تالیف کتاب "خارجی فتنہ" کا انتظار فرمائیں۔

حضرت مولانا نانوتویؒ

بعض لوگ یزید کے مقابلہ میں حضرت امام حسینؓ کو باغی قرار دیتے ہیں۔ ان کو شہید تسلیم نہیں کرتے

حالانکہ اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ حادثہ کربلا میں حضرت حسینؓ شہید ہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ نے اپنے ایک مختصر مکتوب میں اس مسئلہ کے مالہ وما علیہ پر مفصل اور مدلل بحث فرمائی ہے اور اسی سلسلہ میں یزید کو فاسق قرار دیا ہے۔ حامیان یزید اپنے موقف کی تائید میں یزید کی بیعت کے متعلق بخاری شریف سے جو حضرت عبداللہؓ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد پیش کرتے ہیں اس کا بھی شافی جواب دیا ہے۔ یزید کی بیعت کر لینے یا نہ کرنے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا۔ چنانچہ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں۔ مگر اس وقت اہل رائے اور اہل تدبیر کی رائے مختلف ہو گئی۔ جس کسی کو فتنہ و فساد کا اندیشہ غالب آیا اس نے مجبوراً بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا اور معصیت سے بچنے کے لئے نیکی کی پیروی کرنے کی شرط کو درمیان میں رکھا لیکن جس شخص بھی حضرت امام حسینؓ کو بڑی جماعت کے ذریعے پر غلبہ اور شوکت کی امید نظر آئی وہ اس کے لئے کھڑا ہو گیا اور جنگ کا عزم کر لیا بس جو کچھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ان جیسوں نے کیا وہ بجا کیا اور جو کچھ حضرت سیدالشہداء (امام حسینؓ) نے کیا وہ بالکل حق اور صواب کیا۔ اس اختلاف کی بنیاد امید غلبہ و عدم غلبہ پر ہے نہ کہ اصل فعل کے جائز اور ناجائز ہونے کے اختلاف پر۔ مگر انجام کار کوفیوں کی وعدہ خلافی کی وجہ سے حضرت سیدالشہداء (امام حسینؓ) علیہ السلام کی تدبیر غلط ہو گئی اور معصوم کو قیامت سے پہلے میدان کربلا میں قیامت قائم ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (ترجمہ مکتوب قاسمی) خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کو یزید کے مقابلہ میں کامیاب ہونے کی امید تھی۔ اس لئے

انہوں نے بیعت نہ کی۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ اصحابؓ کو کامیابی کی اُمید نہ تھی اس لئے انہوں نے یزید کی مخالفت نہ کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب کوفیوں کی غداری کی وجہ سے آپ کو کامیابی کی اُمید نہ رہی تو پھر آپ نے ابن سعد کے سامنے یہ تین شرطیں پیش کیں (۱) واپس لوٹ جاؤں (۲) سرحد پر کفار کے ساتھ جہاد میں شامل ہو جاؤں (۳) خود یزید کے پاس جا کر بات کر لوں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام حسینؓ نے ایک شرعی بنیاد پر یزید کی مخالفت کی تھی نہ کہ محض حصولِ اقتدار کی خواہش کے تحت جیسا کہ عباسی اور ان کی پارٹی کہتے ہیں۔ لیکن جب کوفیوں سے مایوس ہو گئے تو سابقہ پالیسی میں تبدیلی کر دی۔ یعنی مقابلہ کا ارادہ ترک کر دیا لیکن محمود احمد عباسی صاحب کا یہ قول غلط ہے کہ حضرت حسینؓ نے اپنے موقف میں تبدیلی کر لی تھی اور یزید کی بیعت کے لئے ہی اس کے پاس جانے کی اجازت چاہی۔ اس لئے کہ :-

(۱) آپ کے کسی قول سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے سابقہ نظریہ ترک کر دیا تھا جن روایات میں یہ آتا ہے کہ آپ نے فرمایا "کہ میں یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دوں" اس میں بھی آپ نے اس کی توجیہ کی وضاحت نہیں کی۔ یعنی یہ کہ میری سابقہ رائے صحیح نہ تھی۔

(ب) اگر آپ سابقہ موقف سے رجوع کرتے ہوئے بیعتِ یزید کے لئے آمادہ ہو جاتے تو پھر دوسری دو صورتیں پیش نہ کرتے یعنی واپس وطن جانا، یا کفار سے جہاد کے لئے نکلنا۔ کیونکہ اصل نزاع تو بیعتِ یزید کے بارے میں تھا اس لئے اگر آپ بیعت کرنے کے خواہشمند ہوتے تو صرف یہی مطالبہ پیش کرتے کہ مجھ کو یزید کے پاس لے جاؤ تاکہ میں بیعت کر لوں۔ پھر اس کام کی تکمیل کے بعد آپ واپس وطن بھی جا سکتے تھے اور جہاد بھی۔ باقی دونوں

صورتیں پیش کرنا بھی اس امر کی دلیل ہے کہ آپ نے بیعت کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر آپ نے فسق یزید کی وجہ سے اس کی بیعت نہیں کی تھی تو کیا اب آپ کے نزدیک اس کے فسق کا ازالہ ہو گیا تھا یا آپ نے اس سابقہ رائے کو غلط قرار دے دیا تھا کہ یزید فاسق ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ کامیابی اور غلبہ کی امید ختم ہونے کے بعد آپ نے حالات کے تحت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اجتہاد کے مطابق یزید کی بیعت کا ارادہ کیا تھا۔ تو اس صورت میں بھی یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے یزید کو صالح سمجھ لیا تھا۔ بلکہ اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ آپ نے امر ناپسندیدہ پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اسی مکتوب میں حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں:۔ اور اختلافی مسائل میں ایک شخص کا دوسرے سے اختلاف کرنا اس کا سبب نہیں ہو سکتا کہ وہ دوسرے لوگ اس اختلاف کرنے والے کو فاسق قرار دیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر کوئی کہہ سکتا ہے تو یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت امامؓ نے اس مسئلہ میں غلطی کی لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے کیونکہ مجتہد سے غلطی بھی ہوتی ہے اور درستی بھی الخ۔

اس میں حضرت نانوتویؒ نے بالتعیین یہ لکھا ہے کہ ان سے اجتہادی خطا تو ہو سکتی ہے لیکن اجتہادی خطا کے صدور کی وجہ سے ان کی شہادت میں کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن خود حضرت نانوتویؒ کا موقف یہ ہے کہ حضرت حسینؓ سے اس بارے میں اجتہادی خطا نہیں ہوئی اور آپ کا اجتہاد صحیح تھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔ "ہر چہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ و امثال او تساہل کردند بجا کردند۔ و آنچہ حضرت سید الشہداء فرمودند عین حق و صواب فرمودند" پس جو کچھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ان جیسوں نے کیا وہ بجا کیا اور جو کچھ حضرت سید الشہداء (امام حسینؓ) نے کیا وہ بالکل حق اور صواب

واضح کیا۔

لقب سید الشہداء

حضرت نانوتویؒ نے حضرت حسینؓ کے نام کے ساتھ سید الشہداء لکھا ہے۔ اس پر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ سید الشہداء تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا ہے اس لئے یہ لقب کسی دوسرے کے لئے جائز نہیں۔ اس کا جواب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے دیا ہے کہ اگر دعویٰ تخصیص کا الفاظ ہی کے ساتھ خاص ہے تو اس اطلاق کو کمال کے ساتھ خاص کیا جائے گا کما ذکر، اور حضرت امام حسینؓ کو بہت سے وجوہ میں سید الشہداء کہا جائے گا۔ مثلاً سید الشہدا میں لام عہد کا ہو اور مراد اس سے شہدائے کربلا ہوں۔ حضرت امام کے ان کے سید اور رئیس ہونے میں کلام نہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ (یعنی حسنؓ و حسینؓ اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں) اور ظاہر ہے کہ شباب (نوجوانوں) میں شہداء بھی ہیں تو ان کے بھی سردار ہوئے تو سید الشہداء ہونا بے تکلف نص سے ثابت ہو گیا الخ (امداد الفتاوی جلد چہارم صفحہ ۹۹)

حضرت تھانویؒ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حمزہؓ بھی تمام شہدا کے سردار نہیں ہیں کیونکہ شہداء میں انبیاء کرام علیہم السلام بھی ہیں اور شہدائے بدر بھی۔ اس لئے یہ ایسا لقب نہیں ہے کہ کسی دوسرے پر اس کا اطلاق ناجائز ہے اور حضرت حسینؓ بھی تمام شہدا کے سردار نہیں ہیں۔ صرف شہدائے کربلا وغیرہ کے سردار ہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل امداد الفتاوی میں مذکور ہے وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

الشہید فی بیان فسق یزید

پاکستان میں اہل سنت والجماعت کی غفلت اور ناواقفیت کی وجہ سے شیعیت وغیرہ دوسرے فتنوں کے ساتھ خارجیت بعنوان یزیدیت کا فتنہ بھی پھیل رہا ہے۔ جس میں

دیوبندی حلقہ میں چھپا ہوا ہے۔ تحریک خدام اہل سنت کے ایک نوجوان عالم قاری شیر محمد صاحب علوی سلمہٗ فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور نے حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کا یہ مقالہ و مکتوب کتابی صورت میں شائع کرکے ایک اہم دینی خدمت سرانجام دی ہے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ انہوں نے ابتدائیہ کے طور پر اپنا ایک جامع مقالہ بعنوان "التمہید فی بیان فسق یزید" بھی اس میں شامل کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ علم و عمل میں ترقی عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کی تحریرات عام فہم نہیں ہوتیں۔ عام تعلیم یافتہ حضرات ان علمی مباحث کے سمجھنے کی زیادہ اہلیت نہیں رکھتے۔ اگر کسی مضمون کی کوئی بات سمجھ نہ سکیں تو وہ کسی سنی واقف عالم سے سمجھ لیں۔

حضرت گنگوہیؒ و حضرت نانوتویؒ

دارالعلوم دیوبند کی بنیاد ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ مطابق سن ۱۸۶۶ء کو قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی) کی مسجد چھتہ میں ایک انار کے درخت کے نیچے رکھی گئی تھی قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ دارالعلوم کی دو عظیم مرکزی جامع الصفات شخصیتیں ہیں جن کو روحانی فیض شیخ المشائخ امام چشتیہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ سے حاصل ہوا ہے۔ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا السید حسین احمد صاحب محدث مدنی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند اپنے ایک مضمون میں دارالعلوم دیوبند کی تاسیس کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: "اسی دوران زوال فتنہ (یعنی ۱۸۵۷ء) میں انگریزی حکومت کے مظالم نے اہل اللہ کے چھکے چھڑا دیئے۔ ان کو صاف دکھائی دینے لگا کہ اگر اب تھوڑی سی بھی غفلت برتی گئی تو حکومت اسلامیہ کی طرح مذہب اسلام اور صحیح عقیدہ و عمل بھی بہت جلد ہندوستان سے رخصت ہو جائے گا اس لئے اپنی کوششوں سے

اور صرف اپنی کوششوں سے ایک ایسی آزاد دینی درسگاہ قائم کرنا چاہیئے۔ جو مسلمانوں کی مذہبی صحیح اور واقعی رہنمائی کرتی ہوئی لوگوں کے لئے نمونہ بنے۔ ملک ہندوستان میں اہل سنت والجماعت کی حسب طریقہ اسلاف کرام محافظ ہو۔ وہ اگر ایک طرف بخاریؒ اور ترمذیؒ کی روحانیت پیدا کرے تو دوسری طرف ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کی نورانیت کی بھی ذمہ دار ہو۔ وہ اگر ایک طرف اشعریؒ اور ماتریدیؒ کی تحقیقات کا چسکہ پیدا کرے تو دوسری طرف جُنید بغدادیؒ اور سریؒ سقطیؒ کی گھٹی پلا دے۔ وہ نہ صرف اتباع شریعت کا ذوق و شوق پیدا کرے بلکہ سُنّت نبویہ اور طریقت باطنیہ کا بھی والہ اور فریفتہ بنا دے۔ وہ اگر ایک طرف اسلام کی اندرونی محافظت کا فکر پیدا کرے تو دوسری طرف مخالفین اسلام کے بیرونی حملوں سے بچانے کی قوت کی بھی کفیل ہو۔ الغرض نقاد بصیر کے تصرفات اور اہل اللہ کی ہمتوں اور دعاؤں نے چند ایسے باہمت اور پاکیزہ حضرات کو کھڑا کیا جو علم اور عمل کے جامع اور زہد و ریاضت کے وارث تھے۔ انہوں نے ایسے مضبوط مرکب نصاب اور طرز تعلیم وغیرہ کو مرتب کیا جو کہ ولی اللہی حدیث و تفسیر اور فقہ اور معقول کا جامع تھا اس طرح وہ حنفی فقہ کا حامی مجددی اتباع سنت کا محافظ اور اہل سنت والجماعت کا آئینہ تھا جس کو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے دو سو برس پیشتر اپنی روحانی قوت سے حاصل کیا تھا اور بوقت نظر بندی دیوبند سے گذرتے وقت فرمایا تھا کہ یہاں سے احادیث نبوی کی بو آتی ہے۔

حضرت نانوتویؒ کا خواب

اسی مضمون میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دارالعلوم کی پرورش ہمیشہ سے محض ظاہری علوم ہی سے آراستہ ہونے والے نفوس کے ہاتھ میں نہیں رہی بلکہ اس کی باگ ہر زمانے میں اہل اللہ کے ہاتھوں میں رہی جو کہ طریقت اور حقیقت کے قطب اور امام اور روحانی کمالات اور معنوی علوم کے آفتاب بھی تھے۔ ریاضت اور تقویٰ

سے انہوں نے اپنے آپ کو پاکیزہ بنا لیا تھا۔ حضرت نانوتوی مولانا محمد قاسم قدس اللہ سرہ العزیز کا وہ خواب کہ خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہوئے ہیں اور ان کے پیروں کے نیچے چاروں طرف سے نہریں جاری ہیں اور مولانا رفیع الدین مہتمم کا یہ دیدار یعنی خواب کہ علوم و فنون کی کنجیاں ان کو دی گئی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اہل اللہ کے مبشرات کا مظہر یہ مدرسہ ہی ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ معنوی برکات اور مقدس اور پاکیزہ ارواح مقبولہ کے سایہ سے آج تک دارالعلوم قائم ہے۔ (ملخصاً ماخوذ از الجمعیت دہلی۔ دارالعلوم دیوبند نمبر)

دیوبندی حضرات کی خدمت میں

اسلام کے نام پر امت میں جتنے فرقے بنے ہیں یا بنیں گے ان سب پر حسب ارشاد رسالت مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ (یعنی وہ لوگ جنتی ہوں گے جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوں گے) اہل السنت والجماعت ہی برحق ہیں اور دارالعلوم دیوبند اس دور میں مسلک اہل سنت والجماعت کا ہی رشد و ہدایت کا ایک عظیم مرکز ہے اللہ تعالیٰ اس کو تا قیامت فتنوں سے محفوظ رکھیں آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔

پاکستان کے دیوبندی حلقوں میں اس وقت بہت زیادہ افتراق و انتشار پایا جاتا ہے۔ اور اس کی غالب وجہ یہ ہے کہ دیوبندی مسلک حق سے باوجود دعویٰ دیوبندیت کے انحراف کیا جا رہا ہے۔ دیوبندی حلقہ میں ہی عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر پائے جاتے ہیں جو اس نظریہ کی تبلیغ میں سرگرمی دکھا رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس درود و سلام پڑھا جائے تو آپ نہیں سنتے۔ اور بعض غالی یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس درود و سلام سننے کا عقیدہ رکھے وہ معاذ اللہ مشرک ہے۔ العیاذ باللہ حالانکہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عند القبر سماع پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔ اور اس میں یہ نئے نئے فتنے نمودار ہو رہے ہیں۔

موجودہ فتنوں کے سدباب کا یہی واحد راستہ ہے کہ اکابر دیوبند کی علمی اور اعتقادی

دستاویز "المہند علی المفند" پر اتفاق کیا جائے اور دیوبند کے بارے میں حضرات محققین دیوبند اور جمہور اہل سنت کے موقف کی حمایت و حفاظت کی جائے اور جو لوگ و علماء ہوں یا غیر علماء، مسلک اکابر دیوبند کی پیروی نہیں کرتے، مثلاً حیات النبیؐ کا انکار کرتے یا یزید کی حمایت کرتے ہیں تو ان سے انقطاع کر لیا جائے۔ اسی طرح جو افراد یا جماعتیں حضرات خلفائے راشدین، امہات المومنین، اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں افراط و تفریط میں مبتلا ہیں، سوائے چند صحابہ کے باقی سب کے ایمان کا انکار کرتے ہیں یا تنقید و جرح سے ان کی دینی عظمتوں کو مجروح کرتے ہیں اور اہل السنت والجماعت کے اجماعی مسلک کی پابندی نہیں کرتے ان سے اشتراک و اتحاد بھی مسلک حق کے لئے بہت زیادہ مہلک ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو مذہب اہل السنت والجماعت کی اتباع۔ خدمت اور نصرت کی ہمیشہ توفیق عطا فرمائیں آمین بجاہ امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ والسلام

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ
مدنی جامع مسجد چکوال، امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان
۲۴ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ، ۲۰ اپریل ۱۹۸۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ والذین اوفوا عہدہٗ ، اما بعد ۔

یہ زیر نظر رسالہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ (م ۱۲۹۷ھ) کے مجموعۂ مکتوبات مسمّٰی بہ ”قاسم العلوم“ میں نواں مکتوب ہے یہ مکتوب مولانا فخر الحسن صاحبؒ گنگوہی کے نام ہے ۔ ان کا تعارف انوار النجوم میں کرایا جا چکا ہے لہٰذا یہاں ان کے تعارف کی ضرورت نہیں علاوہ ازیں ہم نے اپنی مصنفہ کتاب ”انوار قاسمی“ جلد اوّل میں جو ابھی نومبر ۱۹۹۰ء میں ادارہ سعدیہ سے شائع ہوئی ہے ۔ اس میں بھی مولانا فخر الحسن صاحب کے حالات پر تفصیل سے بحث کی ہے لہٰذا وہاں بھی مطالعہ کر سکتے ہیں ۔

مضمون مکتوب

مولانا فخر الحسن صاحبؒ کے جواب میں اس مکتوب میں سُنّیوں کے قول کے مطابق حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر حضرت قاسم العلومؒ نے نہایت مجتہدانہ ، عالمانہ ، فقیہانہ اور محققانہ بحث کی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ حضرت مولانا نے جس احتیاط اور اہتمام سے شہادت امام حسینؓ پر کلام کیا ہے ، اس کے بعد کسی کو لب کشائی کی گنجائش نہیں رہتی ۔ انہوں نے اس مکتوب کے اوّل میں یہ فرمایا ہے کہ مجتہد ائمہ وامام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ وغیرہما کی طرح ائمہ اہل بیت بھی اجتہادی

مقام رکھتے تھے۔ یہی مقام امام الشہدا امام حسینؓ کا تھا۔ اور مجتہد اپنے اجتہاد پر عمل کرنے کے مکلف ہیں۔ دوسروں کی پیروی اُن کے لئے ضروری نہیں۔ البتہ امام سے اجتہادی غلطی ممکن ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی تھی۔ چونکہ امام حسینؓ خود اہل حل و عقد میں سے تھے۔ اس لئے اگر دیگر اکابر نے مصلحتاً یزید کی بیعت کر بھی لی تھی تو حضرت امامؓ پر یزید کی بیعت کرنا لازم نہ تھا۔ لہٰذا جب امام حسینؓ نے یزید کی بیعت ہی نہیں کی تو اس کے خلاف اُٹھنا صحیح کیونکر ہوتا۔ جن لوگوں نے حضرت امامؓ کے خروج پر اپنے قلم کا زور صرف کر دیا ہے وہ تحقیق کے مقامات سے بہت دور جا پڑے ہیں۔

علاوہ ازیں یزید کی بیعت پر اجماع نہ تھا۔ جب تک کسی کے بارے میں اجماع نہ ہو جائے اس وقت تک بیعت نہ کرنے والوں پر الزام عائد نہیں ہوتا۔ ہاں جب کسی کی بیعت کے بارے میں اجماع ثابت ہو جائے تو پھر ضروری ہو جاتا ہے کہ اجماع کی پیروی کی جائے۔ نیز اگر اجماع کے منعقد ہونے سے پہلے اگر کسی مسئلے میں اختلاف ہو جائے تو اجماع منعقد ہو جانے کے بعد پہلے سے اختلاف کرنے والا اجماع کے خلاف چلنے کی زد میں نہیں آتا۔ پھر علماء نے اپنے مقامات میں یہ بھی ایک اصول پیش کیا ہے کہ مطلق خلافت کا منعقد ہونا اور بات ہے اور عام خلافت کا منعقد ہونا اور چیز ہے۔ بیعت کا مطلق انعقاد تو ایک دو آدمیوں کی بیعت سے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ البتہ عام انعقاد تمام اہل حل و عقد کے متفق ہوئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ چونکہ امام حسینؓ نے بیعت نہیں کی لہٰذا تمام اہل حل و عقد کا متفق ہونا حاصل نہ ہو سکا۔

پھر اگر خلافت کے تخت پر کوئی فاسق و فاجر چڑھ بیٹھے اور بدعات و مناہی کا بازار گرم ہو جانے یا گرم ہو سکنے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں اگر کوئی صاحب ہمت اُٹھ کھڑا ہو اور اس کو خلافت سے علیحدہ کر دے تو اس میں کسی کو مخالفت کا کیا موقع ہے۔ ہاں اگر فاسق خلیفہ کے مقابلے میں فتنۂ عظیم ہو اور دین اور اہل دین کی بربادی

کی صورت پیدا ہو جانے تو پھر اس وقت عارضی طور پر خموشی کی اجازت ہے۔ اس صورت میں خلیفہ کو زجر و تنبیہ کی ضرورت ہے۔ ہاں ایسی صورت میں بھی اگر اپنے رفقاء۔ اعزہ اور اپنی جان پر صدمے کو نظر میں نہ لاتے ہوئے حق کا علم بلند کریں تو یہ ہمت اور اولوالعزمی کی بات ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ افضل جہاد جابر بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔ ہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ایک شخص فتنوں کا احساس تو ہی رکھتا ہے اور فاسق خلیفہ کے مقابلے کی ہمت نہیں رکھتا، تو ایسے شخص کے لئے نہ کھڑا ہونا ہی مناسب ہے لیکن اگر کوئی شخص نہیں ڈرتا تو اس کے لئے مباح ہے کہ وہ خلیفہ کو تخت سے اتار پھینکنے کی کوشش کرے۔ بہر حال یہ اپنی اپنی ہمت کا معاملہ ہے۔

اس بحث کے بعد حضرت مولانا نے فرمایا ہے کہ خلافت کا اہل بننے کے لئے اسلام اور قریشیت کافی ہے لیکن صحیح معنی میں خلیفہ ہونے کے لئے کثرت علم، عمل صالح، حسن تدبر، ہمت اور ترک دنیا کی ضرورت ہے۔ جیسے خلیفت عمر کی حکومت مشہور ہے۔ یزید میں عمل صالح اور ترک دنیا کا فقدان تھا۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ولی عہد کیوں بنایا۔ مولانا لکھتے ہیں کہ اس وقت وہ ایسا نہ تھا۔ یا تھا تو اُن کے علم میں اس کا فسق نہ آیا تھا۔ علاوہ ازیں امیر معاویہؓ کا نظریہ خلیفہ کے بارے میں یہ تھا کہ انتظام ملکی میں اگر کسی کو سلیقہ زیادہ ہو، تو وہ اس پاک بازی سے خلافت کا زیادہ اہل ہے جو انتظام کا سلیقہ نہیں رکھتا۔ اسی لئے انہوں نے یزید کو ولی عہد بنا دیا۔ مولانا لکھتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ یہ وارد ہوتا ہے کہ یزید کو ولیعہد بنا کر افضلیت کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ اور افضل کو خلیفہ بنانا افضل ہے نہ کہ واجب۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید نے پر پُرزے نکالے، اور فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا۔ اس وقت اہل حل و عقد کی رائے مختلف ہو گئی جس کسی کو فتنہ و فساد کا اندیشہ غالب آیا، اس نے مجبوراً بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اور جن

حضرات نے ایک بڑی جماعت کے وعدے پر طلب کی امید رکھی تھی۔ امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے، تو وہ جنگ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور انہوں نے درست کیا تو اس اختلاف کی بنیاد صرف غلبہ اور عدم غلبہ پر ہے نہ کہ اصل فعل کے جائز اور ناجائز ہونے پر۔ اتفاق سے حضرت امام حسینؓ کی تدبیر فیل ہو گئی۔ اور ایسا جنگوں میں ہوا ہی کرتا ہے۔ جیسا کہ جنگ احد اور جنگ حنین میں مسلمانوں کو عارضی ہزیمت پیش آئی تھی۔ ان دونوں جنگوں میں جو صحابہؓ مارے گئے وہ یقیناً شہید ہوئے کہ انکی نیت اچھی تھی۔

شہادت کی پہلی وجہ اسی طرح حضرت امام حسینؓ کی نیت بھی ایک فاسق کو خلافت سے علیحدہ کرنے کی تھی جو صالح نیت تھی۔ لہٰذا اس صورت میں اگر وہ مارے گئے تو شہید ہوئے کیونکہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

شہادت کی دوسری وجہ اور اگر پہلی وجہ کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو میدان کربلا میں امام مظلومؓ نے جنگ سے گریز کر کے واپس جانے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن یزید کے لشکر اور سپاہیوں نے انہیں نہیں چھوڑا۔ اور گھیر کر شہید کر دیا۔ اور وہ اس حدیث کے مطابق شہید ہوئے:

من قتل دون عرضه وماله فهو شهيد۔	جو اپنی عزت اور مال بچانے کے لئے قتل کیا گیا تو وہ شہید ہے۔

در تحقیق واثبات شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

موافق قواعدِ سنّیاں

سنیوں کے اصول کے مطابق حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے اثبات اور تحقیق میں

بجواب خط

مولوی فخر الحسن صاحب گنگوہیؒ مدرس مدرسہ دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین	تمام تعریفیں جہانوں کے پروردگار کے
والصلوٰة والسلام علیٰ سیّد	لئے ہیں اور درود وسلام رسولوں کے سردار
المرسلین سیّدنا محمّد	ہمارے آقا محمّدؐ اور ان کی اولاد اور اصحاب
وآلہ وصحبہ اجمعین	سب پر ہو۔ خدا کی تعریف اور رسول
بعد حمد وصلوٰة اوّل مقدمات چند	پر درود کے بعد پہلے میں چند تمہیدیں
مینویسم کہ ثبوت مدّعا ووضوح آں	لکھتا ہوں کہ مدّعا کا ثبوت اور اس کی
بے آں مقدمات دشوار ست۔ آں	وضاحت ان تمہیدوں کے بغیر مشکل ہے
مقدمات ایں ست:	اور وہ مقدمات یہ ہیں:
مقدمات	**مقدمات**
مقدمہ اوّل اوّل آنکہ حضرت امام	**پہلا مقدمہ** اوّل یہ ہے کہ حضرت

حسینؓ و دیگر ائمہ اہل بیت رضوان
اللہ علیہم اجمعین نزد اہل سنت مثل دیگر
ائمہ مجتہدین امام و مجتہد اند کہ خطا بر
ایشاں ممکن۔ عقیدہ ما مثل شیعہ آں
نیست کہ امام با خطا محال و غلطی از اں
ممتنع باشد۔ ہر چند دریں مقام ہمیں قدر
کافی ست چہ مقام، مقام جواب ست
بیان اصول خود بس ست۔ عرض دلیل
ضرور نیست۔ زیرا کہ اعتراض از طرف
شیعیان ست و اعتراض ہمیں
ست کہ معارض مذہب و اصول مذہب
او اثبات کردہ آید۔ پس اگر گویم کہ
مذہب ما ایں نیست کہ مے گویند۔
مذہب ما دیگر ست، کفایت مے کند۔
ایراد دلیل دریں مقام ضرور نخواہد بود۔
اما تاہم اشارہ اجمالی بایں طرف
ہم کردہ مے رویم تا ناظر منصف طالب حق
را از ما ہدایتے باشد و بر تعصب اعتراض
و شکایتے۔ در قصہ اُساریٰ بدر معلوم
باشد کہ راے نبوی صلی اللہ علیہ
وسلم چہ بود و از حضرت خداوندی
چہ خطاب آمد۔ و در قصہ تلقیح نخل معلوم

امام حسینؓ اور دوسرے اہل بیت کے امام،
اللہ کی ان سب پر رضامندی ہو، اہل
سنت کے نزدیک دوسرے مجتہد اماموں
(امام ابوحنیفہؒ وغیرہ) کی طرح امام اور مجتہد
ہیں کہ اجتہادی غلطی ان سے ممکن ہے۔
ہمارا عقیدہ شیعوں کی طرح یہ نہیں ہے کہ
امام سے بھول چوک محال اور غلطی ناممکن ہے۔
ہرچند کہ اس مقام پر اسی قدر لکھنا کافی
ہے کیونکہ یہ مقام، جواب کا مقام ہے۔
اپنے اصول کا بتا دینا کافی ہے دلیل کا پیش
کر دینا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اعتراض
شیعوں کی طرف سے ہے اور کسی پر اعتراض
یہی ہو سکتا ہے کہ اس کے مذہب اور اصول
مذہب کے خلاف کسی بات کو ثابت کر دیا جائے، جو
اس کے معارض ہو۔ پس اگر ہم کہیں کہ ہمارا
مذہب یہ نہیں ہے کہ لوگ کہتے ہیں ہمارا مذہب
اور ہے تو اتنا کہہ دینا کافی ہے۔ اس مقام پر
دلیل کا لانا ضروری نہ ہوگا۔ تاہم اجمالی اشارہ
اس طرف بھی کرکے ہم آگے روانہ ہوتے ہیں
تاکہ منصف مزاج حق کے طالب ناظر
کو ہماری طرف سے کوئی ہدایت حاصل ہو جائے
اور تعصب پر اعتراض اور الزام عائد نہ کیجئے

کردانی حضرت داؤد علیہ السلام چہ
بود و فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ چہ معنی
ارشاد فرمود۔ پس چوں حال انبیاء
علیہم السلام در اجتہاد ایں است
حال دیگر مجتہدان چہ باشد۔ پس بگوئید

بدر کے قیدیوں کے قصے[1] سے معلوم ہو جاتا ہے کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کیا تھا اور حضرت
خدا کی طرف سے کیا فرمایا گیا۔ اور بکریوں کے
جھگڑے میں معلوم ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام
کی رائے کیا تھی اور حضرت سلیمان کو کیا فہم دیا[2]۔

---

[1] غزوہ بدر میں ستر کافر گرفتار ہو کر آئے۔ آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ بعض نے قتل کا مشورہ دیا۔ بعض نے کچھ مال لے کر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا۔ حضور نے رحم دلی کی وجہ سے اسی رائے کو پسند فرمایا۔ چنانچہ عقبہ، نضر و طعیمہ قتل کئے گئے۔ باقی سب قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا گیا۔ البتہ حضرت ابو العاص کو بغیر فدیہ صحابہ کی رائے سے چھوڑ دیا گیا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ط تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ق وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ یعنی نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خونریزی نہ کر لیں۔ تم تو دنیا کا مال اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتے ہیں اور اللہ غالب حکمت والے ہیں۔ (سورہ انفال پ ۱۰ رکوع ۹)۔

[2] ایک کھیت میں کچھ لوگوں کی بکریاں جا گھسیں اور انہوں نے کھیت کھا لیا۔ داؤد علیہ السلام نے کھیت کی لاگت اور بکریوں کی قیمت کو برابر پا کر بکریاں کھیت والے کو دینے کا فیصلہ کر دیا جو شریعت کے مطابق تھا لیکن چونکہ اس میں بکریوں والوں کا بالکل ہی نقصان تھا اس لئے سلیمان علیہ السلام نے دونوں کی رضامندی سے یہ فیصلہ کیا کہ چند روز کے لئے بکریاں کھیت والے کو دی جائیں کہ گزارہ کرے۔ اور بکریوں والوں کے کھیت سپرد کیا کہ آبپاشی کریں۔ جب کھیت اپنی حالت کو آ گیا تو بکریاں واپس کر لیں جن کی تھیں اور کھیت والے کو کھیت دے دیں۔ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ إِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ج وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ○ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ج (سورہ انبیاء رکوع ۶)

گویند که "المجتهد یخطی و یصیب"

میں کیا حکم فرمایا۔ پس جب انبیاء علیہم السلام کا حال اجتہاد میں یہ ہے تو دوسرے مجتہدوں کا کیا ہوگا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ـــ "مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور ٹھیک فیصلہ بھی کرتا ہے"

مقدمۂ دوم | دوم آنکه مجتہدان مامور باتباع اجتہاد خویشتن اند اتباع مجتہدان دیگر روا نیست ورنہ ازیں چه کم که اتباع دیگران ضرور نیست۔

دوسرا مقدمہ | دوسری بات یہ ہے کہ مجتہد اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنے پر حکم دیئے گئے ہیں۔ ان کے لئے دوسرے اماموں کی پیروی درست نہیں ہے اور نہ اس سے بھی کیا کم کہ دوسروں کی پیروی ضروری نہیں ہے۔

مقدمۂ سوم۔ در حقیقت اجماع

سوم آنکه حقیقت اجماع این ست که همه اہل رای یک عصر یا زیاده در امری بایں طور رای زنند که این امر بفلان فلان وجوه چنین ست یا چنان نه فقط عدم مخالفت چنانچه جمله

"ما رآه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن۔"

یکی از ادله ای حجیت اجماع ست۔ بہ همیں امر دلالت میکند چه رویت درین جمله رویت قلبی ست نه رویت بصری و رویت قلبی همیں طور

تیسرا مقدمہ۔ اجماع کے متعلق:

تیسری بات یہ ہے کہ اجماع کی حقیقت یہ ہے کہ ایک زمانہ یا زیادہ کے تمام اہل رائے کسی معاملے میں اس طرح رائے دیں کہ یہ امر فلاں فلاں دلائل کی بنا پر اس طرح یا اس طرح ہے۔ صرف مخالفت نہ کرنا اجماع نہیں کہلا سکتا۔ چنانچہ یہ جملہ کہ "جس امر کو مومنین اچھا سمجھیں تو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔" جو اجماع کے حجت ہونے کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے وہ بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس جملہ میں دیکھنے سے دل کا دیکھنا مراد ہے نہ کہ آنکھ کا دیکھنا۔

می باشد که عرض کرده شد- پس اگر
یک دو کس از علماء ذی رای بامری
رفتند و دیگران مسابقت کردند و
یا آنکه خود بهم وران امر بطور مذکور رفتند
اتباع ایشان اختیار فرمودند لازم
یا خود اہل رای نبودند مقلدانه پیرو
اوشان شدند این را اجماع نباید
گفت- و همچنین اگر شخصی یا جماعتی
بر امری بی تحقیق وجوب و حلت و حرمت
اصطلاح کردند چنانکه در رسوم می باشد
اجماع نخواهد بود۔

اور دل کا دیکھنا اسی طریقہ سے ہوتا ہے
جیسا کہ عرض کیا گیا۔ پس اگر صاحب رائے
علماء میں سے ایک دو عالم کسی بات کی
طرف گئے اور دوسرے لوگوں نے سبقت کی یا یہ
کہ وہ خود بھی اسی کے بغیر کہ اس معاملے میں
مذکورہ طریقے سے غور کریں ان کا اتباع
اختیار کیا یا خود صاحب رائے نہ تھے تقلیدی
طور پر ان کے پیرو بن گئے تو اس کو اجماع
نہ کہنا چاہیئے۔ اور اسی طرح اگر کسی شخص
یا کسی جماعت نے کسی امر میں حلال اور حرام
ہونے کی وجوہات کی تحقیق کے بغیر اصطلاح
بنا لی جیسا کہ شادی بیاہ کی رسموں میں ہوتا ہے تو وہ اجماع نہ ہوگا۔

مقدمۂ چہارم چہارم آنکہ اتباع
اجماع مذکور ہم بعد تحقق اجماع لازم است
اگر مسئلہ قبل تحقق و انعقاد اجماع مختلف
فیہ باشد کسانیکہ پیشتر از انعقاد
اجماع مخالف اجماع کار کردہ اند
اوشان مورد طعن مخالفت اجماع
نخواہند شد۔

چوتھا مقدمہ چوتھا مقدمہ یہ کہ اجماع
مذکور کی پیروی اجماع کے ثابت ہو جانے کے
بعد ہی ضروری ہے اگر کوئی مسئلہ اجماع
کے تحقق اور منعقد ہونے سے پہلے اختلافی ہوگا
تو وہ لوگ جنہوں نے اجماع کے منعقد ہونے
سے پہلے بعد میں متحقق ہونے والے اجماع
کے مخالف کام کیا ہے تو وہ لوگ اجماع کی
مخالفت کے طعن میں نہیں آئیں گے۔

مقدمۂ پنجم پنجم آنکہ انعقاد مطلق خلافت
چیزی دیگر است و عموم خلافت چیزی

پانچواں مقدمہ پانچواں مقدمہ یہ ہے
کہ مطلق خلافت کا منعقد ہونا دوسری چیز

دیگر۔ تفصیل این سخن که

کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ ۔ (حدیث)

پس بیعت ہر والی مستلزم انعقاد بیعت در حق رعیت اوست و ہمین است معنی وجوب و لزوم بیعت اہل حل و عقد۔ پس بیعت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مستلزم وجوب اطاعت در حق حشم و خدم و اتباع اوشان است از ملازمین و موالی و اولاد وغیرہم نہ در حق حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم و اتباع اوشان۔ آنکه گفته اند که عدد معین در بارهٔ اہل حل و عقد شرط نیست بنا بر ہمین است که وجود اہل حل و عقد را قاعدہ معین نیست۔ باعتبار اتفاق کلمه و تفرق کلمه اہل حل و عقد قلیل و کثیر می شوند تا آنکه برای عموم انعقاد کیفما اتفق بیعت یک دو کس از اہل حل و عقد کافی است

ہے اور بعد عام خلافت کا ہونا دوسری چیز ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ

"تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں ذمہ دار ہے۔"

اس لئے ہر سردار کا بیعت کرنا اسی کی رعایا کے حق میں بیعت منعقد ہو جانے کا موجب ہے، اور یہی معنی ہیں اہل حل و عقد کی بیعت کے واجب ہونے کے۔ پس مثال کے طور پر ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یزید کی بیعت کر لینا ان کے نوکر چاکر اور ان کے متعلقین کے حق میں ہی اطاعت کا موجب ہے۔ جن میں ملازمین، غلام اور اولاد وغیرہم شامل ہیں۔ لیکن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے تابع لوگوں کے اوپر واجب نہیں ہے اور علماء نے یہ جو کہا ہے کہ اہل حل و عقد کے بارے میں کسی معین عدد کی شرط نہیں ہے اس کی بنیاد اسی پر ہے کہ اہل حل و عقد کے وجود کے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں ہے بلکہ اتفاق اور اختلاف کلمہ کے اعتبار سے اہل حل و عقد میں سے کم اور زیادہ ہو سکتے ہیں اور یہ بات نہیں ہے کہ عام بیعت منعقد ہونے کیلئے حسب اتفاق اہل حل و عقد

یں سے ایک دو آدمیوں کی بیعت کر لینا کافی ہے ۔

مثلاً در زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم و خلفائے ثلٰثہ مصداق
اہل حل و عقد یک کس بیش نبود۔
مرادم اینست کہ صلح و جنگ نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم، صلح و جنگ ہمہ
اہل اسلام بود و ہمچنیں صلح و جنگ
خلفا بعد اتفاق مردم بر خلافت ایشاں
صلح و جنگ جملہ رعیت بود و پس
ازاں کہ ایں اتحاد مبدل باختلاف شد
و جماعتہائے جدا جدا پیدا شدند اہل
حل و عقد کثیر شدند، ہر حلقہ ہر جماعتی
مصداق مفہوم اہل حل و عقد بود۔ دریں
وقت بیعت یک کس از اہل حل و عقد
موجب انعقاد مطلق خلافت کلیہ بود۔
کسانیکہ از اتباع آنکس اند اتباع
خلیفہ بر ایشاں لازم ہست اما دیگراں
و اتباع دیگراں یعنی کسانیکہ تحت غیر کسانی
و داخل در تقلید کسی ازیں مردم وجوب
مرفوع القلم اند۔ ہاں اگر ہمہ اہل
حل و عقد دست ارادت و کف
بیعت بدست یکی از اہل اسلام دہند

مثال کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور تینوں خلفاؓ کی خلافت کے زمانے
میں اہل حل و عقد کا مصداق ایک شخص سے زیادہ
نہ تھا میرا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی صلح اور جنگ تمام مسلمانوں کی صلح و جنگ
تھی اور اسی طرح آپ کے خلفاء کی صلح و جنگ
انکی خلافت پر تمام کے متفق ہو جانے کے
بعد تمام رعایا کی صلح و جنگ تھی اور اس کے
بعد کہ یہ اتحاد (چوتھے خلیفہ کے زمانے میں)
نا اتفاقی میں بدل گیا اور جماعتیں جدا جدا پیدا
ہو گئیں تو اہل حل و عقد بھی بہت ہو گئے۔
ہر جماعت کا سردار اہل حل و عقد کے مفہوم کا
مصداق بن گیا۔ اس وقت اہل حل و عقد میں
سے ایک شخص کی بیعت مطلق خلافت کے
منعقد ہونے کا سبب ہوگی نہ کہ عام خلافت
کے منعقد ہونے کا۔ جو لوگ اس کے پیرو ہیں
خلیفہ کا اتباع ان پر لازم ہوگا لیکن جو دوسرے اہل
حل و عقد اور ان کے پیرو یا وہ لوگ جو کسی
جماعت میں ہیں اور کسی کی پارٹی میں ہیں
وہ لوگ اس بیعت کے لازم اور واجب ہونے
سے آزاد ہوں گے۔ ہاں اگر تمام اہل حل و عقد بیعت

ہر کس را از اہل اسلام تعاون او و اتباع
کسی داشتہ باشد فی الطاعت آن کس
لازم و واجب خواہد بود۔ و اگر قدری
چشم پوشیم زیادہ ازیں محال گفتن
نیست کہ بی سران خود سر روان
بی سرور را فاحشہ بعد از پیش و حلقہ
بگوش خویش در گوشش لازم آید اما باقیاں
از اہل حل و عقد ہرگونہ ازیں اطاعت
دو کنارہ اند۔ آری اگر شخصی گشتہ نیز
چناں داشتہ باشد کہ لشکری تابع
فرمان ہمعنان دارد اما در علم و عمل
ہم سنگ دیگراں نیست و دیگراں کہ
از علم و عمل بہرہ وافر دارند ہمہ یکجان
و یکزبان شوند و دست بدست
کسی نہند آن وقت شخص مذکور و
اتباع ویرا نیز اتباع و اقتدا بہ
اوشاں لازم خواہد افتاد چہ اوشاں
حسب اشارات ربانی و حکم کتاب
نبوی واجب الاطاعت اند و اہل
حل و عقد در حق او آیہ
فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ

اور امامت کا باقی مسلمانوں میں سے کسی ایک کے
ہاتھ میں ہونا یہی تو تمام مسلمانوں کو خواہ کسی
کے تابع ہوں یا نہ ہوں اس شخص کی فرمانبرداری
ضروری اور لازمی ہو جائے گی۔ اور اگر ہم کچھ
چشم پوشی کریں تو اس سے زیادہ کہنے کی گنجائش
نہیں کہ خود سر جن کا کوئی سردار نہ ہو اور بغیر
سردار کے اپنی راہ چلنے والے لوگوں کو اپنی پڑی
اور فرمانبرداری ضروری ہوگی لیکن باقی اہل حل و
عقد اس قسم کی ہر ایک اطاعت سے جدا ہیں۔
ہاں اگر کوئی شخص ایسی قوی مرکزیت کا ہو
کہ وہ اپنے ساتھ کوئی وفادار لشکر رکھتا ہو لیکن
علم و عمل میں دوسروں کے برابر نہیں اور دوسرے
جو کہ علم و عمل سے کافی حصہ رکھتے ہیں تمام کے
تمام متفق ہو جائیں اور کسی کی امامت قبول
کر لیں اس وقت مذکورہ ذیل شخص کو اور اس
کے پیچھے چلنے والوں کو ان کی پیروی ضروری ہو
جائے گی کیونکہ وہ لوگ اللہ کے احکام اور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق
واجب الاطاعت ہیں اور اہل حل و عقد
اس کے حق میں۔ آیہ
اتری ہے[1] ہر جماعت میں سے ایک گروہ

---

[1] یہ آیت یعنی فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ الخ پارہ ۱۱ سورۃ توبہ کے چوتھائی میں ہے۔ مترجم

مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ○ و ہم جملہ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ[1] اگر و انصاف باشد بر وجوب اطاعت از چنیں کساں دلالت خواہد کرد۔

اگر ضیق وقت مانع و حرج ایں بحث از مبحث مزاحم حال نبودی دریں بارہ تفصیلے بیان میکردم باشیم اَلْعَاقِلُ تَكْفِيْهِ الْاِشَارَةُ، اینقدر کہ گفتہ شد بہر رہنمائی کافی ست۔ و ایں نکتہ اخیرہ دفع دخل مقدر ست کہ شاید بر زبان کسے آید۔ بالجملہ مطلق انعقاد بیعت بیک دو کس حاصل مے شود و عموم و شمول انعقاد ولی اتفاق جملہ اہل حل و عقد مشروط نیست۔ ہاں اگر حل و عقد دریک کس منحصر گردد آں وقت عموم

کیوں نہیں سفر کرتا تاکہ دین میں سمجھ حاصل کریں۔ اور اپنی قوم کو جب اُن کی طرف واپس آئیں، ڈرائیں، تاکہ وہ حذر کریں۔ اور نیز آیت اطاعت کرو تم اللہ کی اور اطاعت کرو تم رسول کی اور تم میں سے جو حاکم ہوں۔ اس طرح کے لوگوں کی اطاعت پر واضح دلالت کرتی ہے بشرطیکہ انصاف سے کام لیا جائے۔

اگر وقت کی تنگی مانع نہ ہوتی اور اس بحث کا موضوع سے نکل جانے کا احتمال موجود حالت کے درمیان رکاوٹ نہ بنتا تو اس جگہ میں قلم سے پھول بکھیر دیتا۔ اس کے باوجود عقلمند آدمی کیلئے اشارہ کافی ہوتا ہے کے مطابق جو کچھ کہا گیا رہنمائی کیلئے کافی ہے اور یہ آخری نکتہ ایک پیدا ہونے والے اعتراض کی پہلے ہی سے پیشبندی کیلئے ہے کہ شاید کسی کی زبان پر یہ بات آجائے۔ بالجملہ بیعت کا مطلق انعقاد تو ایک دو شخصوں کی بیعت سے بھی حاصل ہو جاتا ہے اور عام انعقاد تمام اہل حل و عقد کے متفق ہوئے بغیر نہیں ہو سکتا۔

---

[1] پوری آیت اس طرح ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۔ (پارہ ۵ سورۂ نساء۔ رکوع ۸)

خلافت بیک کس نیز حاصل میتواں شد۔

ہاں اگر اہل حل وعقد کی اہلیت ایک ہی شخص میں منحصر ہو جائے تو اس وقت خلافت کا عام ہونا ایک شخص کے ذریعے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔

چنانچہ در شرح مقاصد است:

و تنعقد الامامة بطرق احدها بیعة اهل الحل والعقد الی ان قال بل لو تعلق الحل والعقد بواحد مطاع کفت بیعته۔

اور جو کہ شرح مقاصد میں ہے (کہ) اور امامت کئی طریقوں سے منعقد ہو جاتی ہے ان میں سے ایک طریقہ اہل حل وعقد کی بیعت کر لینا ہے یہاں تک کہ پھر مصنف شرح مقاصد نے کہا۔ بلکہ اگر کسی ایک ہی واجب الاطاعت سے حل وعقد وابستہ ہو جائے تو اسی ایک کی بیعت کر لینا کافی ہے۔

بعد ازاں گفتہ

والثانی استخلاف الامام الخ اگر طرق مطلق انعقاد باشند معنی آنست کہ برای مطلق انعقاد بیعت یک دو کس وہم استخلاف وہم قہر و شوکت کافی ست لیکن در مطلق انعقاد عموم انعقاد لازم نمی آید تا حضرت امام را اطاعت یزید لازم و خروج برآں حرام گردد۔ واگر طرق انعقاد مطلق اعنی عموم و شمول خلافت اند صحیح نیست و معنی آں ست کہ اہل حل و عقد

اس کے بعد صاحب شرح مقاصد نے کہا اور دوسرا طریقہ انعقاد امامت کا استخلاف امام ہے الخ۔ اگر یہ طریقے مطلق انعقاد امامت کے طریقے ہوں تو یہ معنی ہیں کہ مطلق انعقاد کے لئے ایک دو آدمیوں کی بیعت اور نیز استخلاف اور غلبہ اور شوکت کافی ہے لیکن مطلق انعقاد سے انعقاد کا عام ہونا لازم نہیں آتا ہے کہ حضرت امام حسینؓ پر یزید کی اطاعت لازم ہو اور اس کے خلاف اٹھنا حرام ہو اور اگر یہ طریقے کامل انعقاد یعنی خلافت کے عام اور شامل ہونے کے طریقے ہیں تو یہ صحیح نہیں ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ اگر اہل حل وعقد فقط

یک دو لیکن حضرت اوشان کافی آمد۔ زیرا کہ عددی برائے اہل حل و عقد معین نیست۔ لیکن اندریں صورت ہم حضرت امام را اطاعت یزید ضرور نیست زیرا کہ خلافت بی اجتماع جملہ اہل حل و عقد منعقد نیست۔ چوں حضرت امام بیعت نکردند اتفاق جملہ میسر نیامد بالجملہ اندریں صورت ہمہ اہل حل و عقد پابند دو باشند یا چہار۔ ہاں عددی برای اوشان معین نیست۔

مقدمہ ششم | ششم آنکہ خروج چیزی دیگر است و خلع بیعت چیزی دیگر۔ چنانچہ نقض عہد چیزے دیگر است و متابعت عہد چیزی دیگر۔ اول بحکم "اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا[1] وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا"[2] ممنوع است و ثانی

ایک دو شخص بھی ہوں تو بھی کافی ہیں کیونکہ اہل حل و عقد کے لئے کوئی عدد مقرر نہیں ہے لیکن اس صورت میں بھی حضرت امام حسینؓ کو یزید کی اطاعت ضروری نہیں ہو جاتی کیونکہ عام خلافت تمام اہل حل و عقد کے بغیر ممکن نہیں ہے چونکہ حضرت امام حسینؓ نے بیعت نہیں کی اس لئے سب اہل حل و عقد کا متفق ہونا حاصل نہ ہو سکا۔ اس لئے اس صورت میں تمام اہل حل و عقد دو کے پابند ہونگے یا چار کے۔ ان ہی کے لئے کوئی عدد مقرر نہیں ہے۔

چھٹا مقدمہ | چھٹے یہ کہ کسی خلیفہ کے خلاف بغاوت اور چیز ہے اور بیعت توڑ دینا دوسری بات ہے۔ چنانچہ عہد شکنی کرنا دوسری چیز ہے اور معاہدے کو ختم کر دینا اور بات ہے اول یعنی عہد توڑنا تو وہ عہد کو پورا کرو کیونکہ عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اور قسموں کو ان کی تاکید کے بعد مت توڑو" کے حکم کے مطابق ناجائز ہے۔

---

[1] وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا (پ ۱۵۔ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۴)

[2] وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا (سورہ نحل۔ رکوع ۱۳)

بترسو فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰی سَوَآءٍ؎ مباح۔ پس خروج بر امام بعد بیعت ممنوع بالذات است و خلع بیعت وقت ضرورة بذات خود مباح۔ اگر فاسقی سریر آرائے خلافت باشد تعطل حقوق و تصدی مظالم و توانی عوام در احکام و شیوع بدعات در جاہلاں مظنون بلکہ ضروری الوقوع است۔ دریں وقت ضرورة اگر صاحب ہمتی بر خیزد و دست بپایاں خلیفہ آویزد و از سریر خلافتش برکشد و دست بدست عادلی زند و عاقلی را نصب امام کند و ترش کند و چیں بر جبیں افگند و آواز انکار بریں کار بر آرد۔ ہاں اگر دریں عزل

اور عہد کو منہ پر مارنا تو برابری کے طور پر ان کی طرف عہد کو پھینک دو کے ارشاد باری کے مطابق مباح ہے۔ اسی طرح امام کے خلاف بغاوت بیعت کرنے کے بعد از خود ناجائز ہے اور بیعت ضرورت کے وقت ختم ہو جانا اپنی جگہ مباح ہے۔ اگر کوئی فاسق خلافت کے تخت پر چڑھ بیٹھے تو حقوق کا ضائع ہونا، مظالم کا صادر ہونا، عوام کا احکام الٰہی میں سست پڑ جانا، جاہلوں میں بدعت کا شائع ہو جانا گمان کیا جا سکتا ہے بلکہ ان امور کا واقع ہونا لازمی بات ہے۔ اس وقت ضرورت کی وجہ سے اگر کوئی ہمت والا شخص اٹھ کھڑا ہو اور خلیفہ کے دامن کو پکڑ کر اس کو خلافت کے تخت سے اتار پھینکے اور کسی منصف آدمی کے ہاتھ پر بیعت کرے تو ہم کسی شخص کو یہ نہیں

؎ پوری آیت یہ ہے۔ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰی سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ۔ اور اگر آپ کو کسی قوم سے دغا کا ڈر ہو تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دیں، اسی طرح کہ تم اور وہ برابر ہو جائیں۔ بے شک اللہ تعالے دغا بازوں کو پسند نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی قوم میں ایسے آثار پائے جائیں کہ وہ بدعہدی پر آمادہ ہیں تو آپ کو اجازت ہے کہ اگر مصلحت سمجھیں تو ان کا عہد واپس کر دیں، اور صاف عہد کی دست برداری سے ان کو مطلع کر دیں۔ تاکہ دونوں مساوی طور پر آگاہ ہو جائیں۔ (سورۃ انفال۔ رکوع ۷ پارہ ۱۰)۔

نصب فتنہ برخیزد و آبروئے دین و
اہل دین ریزد و البتہ مصلحت عرضی باشد
حال این فعال خواہد شد۔ پس
بقدر مفاسد انکار و انزجار
ضروری ست۔ اگر برہمی دین منظر
آید یا پریشانی اہل دین مظنون بود
نشاید کہ پیرامون این کار گردند۔
و اگر فقط صدمہ بر جان و مال
خود یا اتباع یک جان خود افتد
بہ بیند این خود از عزائم است
متقی را این عزیمت ہمان ست
کہ از اعظم شہادۃ کلمۂ حق عند
سلطان جائر او کما قال فہمیدہ باشی۔
بدانی کہ اندیشۂ فتنہ و فساد چنانچہ باعتبار
وقائع مختلف است ہمچنین باعتبار اندیشگان
مختلف است یکی را در یک واقعہ
اندیشہا برہمی کار می آید
و جمعے را ہمی گذارند و یکے را
امید ہا کارہائے فرمایند و جمعی را
می افزایند۔ پس اگر شخصے از ہمت

پا ہو کہ وہ ترش رو ہو اور دین کی پیشانی پر بل
پڑ جائیں اور ایسا کرنے پر مخالفت کی آواز بلند
کریں۔ ہاں اگر اس فاسق خلیفہ کے ہٹانے
اور دوسرے کو مقرر کرنے میں فتنہ پیدا ہو جائے
اور دین اور اہل دین کی بے آبروئی ہو تو
عارضی طور پر ایسا کرنے والے کیلئے مخالفت
پیدا ہو جائیگی۔ اسلئے فساد کی مقدار کے مطابق
تنبیہ اور زجر ضروری ہے۔ اگر دین کا شیرازہ منتشر
ہوتا نظر آئے یا اہل دین کی پریشانی کا گمان غالب
ہو تو اس کے خلاف اٹھنا لائق نہیں کہ اس کام کے
قریب بھی نہ جائیں اور اگر کوئی صدمہ اپنی جان یا
مال یا اپنے موافقین فرمانبرداروں پر واقع ہوتا
دیکھیں تو یہ ہمت کا کام ہے۔ اس اولو العزمی کا مقصد
وہی ہے جیسا کہ جابر بادشاہ کے سامنے حق کا
کلمہ کہنا بڑی شہادت کی حدیث تم نے سمجھا
ہوگا۔ مگر تمہیں معلوم ہے کہ فتنہ و فساد کا اندیشہ
جیسا کہ واقعات کے اعتبار سے مختلف ہے اسی
طرح اندیشہ کرنے والوں کے اعتبار سے بھی
مختلف ہوا کرتا ہے۔ ایک شخص کو ایک واقعے
میں کئی ہی خطرے محسوس ہوتے ہیں اور ہمت کرنا

---

[1] وَ اَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ (حدیث)
افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔ (مترجم)

تفصی از مسند خلافت از قضا جزم مے داند و دیگرے امید وریں عزل و نصب دارد و آں را متوقع و این را مستبعد خواہد بود۔ باقی این قصه را خدا داند که رای کدام بر صواب ست و کدام بر خطاء۔ المجتہد یخطئ و یصیب۔

در اہلیت و لیاقت خلافت

ہفتم آنکه اہلیت و لیاقت خلافت بدو گونه است۔

یکے آنکه تنفیذ خلافت باو روا بود و بس۔ این قدر لیاقت فقط باسلام و قریشیت بہم رسد و صلاح و تقوی درین قدر بکار نیست۔

دوم آنکه خلعت خلافت بر بالای حال او راست آید۔ اعنی تمکین دین از وے و از متعلقان او بود۔ این قسم لیاقت سبب علم وافر و عمل صالح و حسن تدبیر و ہمت بلند و ترک دنیا میسر تواند شد۔ پس

سمجھتے ہیں اور ایک شخص کے لیے امید افزا سمجھتے ہیں اور اُن کی حمایت کر رہے ہیں۔ پس اگر کوئی شخص کسی فلاں کو حکومت کے اقتدار سے معزول کرنا چاہتا ہے اور دوسرا اس کی جگہ دوسرے کو خلیفہ بنانے میں امید رکھتا ہے تو ہٹانے والے کے لیے معزولی اور نصب والے کے لیے قبول ہوگا۔ باقی اس قصے کو اللہ ہی جانتا ہے کہ کس کی رائے ٹھیک ہے اور کس کی غلط کیونکہ مجتہد سے غلطی بھی ہو جاتی ہے اور درستی بھی۔

خلافت کی لیاقت اور اہلیت کے بارے میں

ساتویں بات یہ ہے کہ خلافت کی لیاقت و اہلیت دو قسم کی ہوتی ہے۔

اوّل یہ کہ خلافت کی سپردگی اس شخص کے لیے فقط جائز ہو۔ اتنی لیاقت صرف اسلام اور قریشیت سے حاصل ہو جاتی ہے اور نیکی اور پرہیزگاری کی اس میں چنداں ضرورت نہیں۔

دوسرے یہ کہ خلافت کا لباس اس کے قد پر ٹھیک آ جائے۔ میرا مطلب ہے کہ دین کا اقتدار اس کے ہاتھوں غالب ہو۔ اس قسم کی لیاقت کثرت علم، عمل صالح اور حسن تدبیر، ہمت بلند اور ترک دنیا کے بغیر میسر نہیں ہو سکتی ہے۔ اس لیے

آنچه در احادیث نسائی مروی است که:

بایعنا رسول الله صلی الله علیه وسلم علی السمع والطاعة فی الیسر والعسر والمنشط والمکره وان لا ننازع الامر اهله وان نقول او نقوم بالحق حیث ما کنا لا نخاف لومة لائم۔

نظر بر همین اہلیت خاص است که از منازعت امر با وجود آں اہلیت منع فرموده اند۔

دلیل اوّل | و دلیلش اوّل همین حدیث است چه جمله اخیرو یعنی ان نقول او نقوم بالحق الخ خود بریں قدر دلالت واضح دارد که اگر خلیفه وقت فاسق بود داد حق باید داد۔ و ایں امر بوجہ اتم ہماں وقت ظہور گشتہ که خلع بیعت آں کرد۔

دلیل دوم | دوم آنکه در اقامت

جو کچھ کہ نسائی کی حدیثوں میں روایت کیا گیا ہے کہ:

"ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنگی اور فراخی، خوشی اور دکھ میں مطیع و فرمانبردار رہنے کی بیعت کی اور یہ کہ ہم اہل امر سے کسی امر میں جھگڑا نہیں کریں گے۔ اور یہ کہ ہم حق کہیں گے اور حق پر قائم رہیں گے۔ ہم جس حال میں بھی ہوں گے ہم کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔"

اسی دوسری اہلیت خلافت پر نظر رکھتے ہوئے ہے کہ کسی امر میں جھگڑنے سے اس کی اہلیت کے باوجود منع فرمایا ہے۔

دلیل اوّل | اور اس کی دلیل اوّل تو یہی حدیث ہے کیونکہ آخری جملہ میری مراد ہے ان نقول او نقوم بالحق الخ خود اتنی بات پر واضح دلیل ہے کہ اگر خلیفہ وقت بدکار ہو تو حق بات کا اعلان کرنا چاہیئے اور یہ امر بوجہ اتم اس وقت پورا ظاہر ہوگا جب کہ اس فاسق خلیفہ کی بیعت کرنے سے نکل چکے۔

دلیل دوم | دوسرے یہ کہ مسئلہ

فاسق را بسبب خلافت نشاندن
عادل بجاے شخص ایشاں مقدوری ممکن نبود
لازم ذات نیست کہ احتراز ازاں
قابل اہتمام باشد۔ باقی ماند آنکہ
اندیشہ فتنہ و فساد موجب نہی
باشد۔ اگر محتمل باشد۔ دریں جا
معقول نیست۔ چہ اول علی الاطلاق
ایں طور منع نہی فرمودند۔ بلکہ بشرط
اندیشہ مذکور منع مے فرمودند
و اگر بلحاظ اکثریت وقوع فساد و شیوع
وقائع حجت کردہ آید قطع نظر از
آنکہ مارا کہ مجیبیم احتمال ہم
کافی ست۔ بگوئیم تحقیق ایں را
چہ جواب ست کہ قرینہ مخالفت
جملہ لاحقہ است۔ وَاَنْ نَّقُوْلَ اَوْ
نَقُوْمَ بِالْحَقِّ سے اول ست
وثانی۔ اعنی آنکہ مراد از اہلیت اتصاف
بعلم و تقوی و زہد و قوت و تجربہ
و حسن تدبیر ست نہ فقط اسلام
و قرشیت۔

ہفتم آنکہ انعقاد خلافت
بوجہ استیلاء و قہر و غلبہ ہم

خلافت سے فاسق کو ہٹانا اور اسکی
جگہ منصف پرست کو بٹھانے پہ کوئی قابو پایا
شخص پہ پوشیدہ نہیں ہے علاوہ نہ لازم ذات ہے
کہ اس سے بچنا ضروری ہو۔ باقی رہا یہ کہ فتنہ
و فساد کا اندیشہ ممانعت کا سبب ہو تو
اگر کوئی محتمل والا ہو تو اس کے لئے یہاں
معقول نہیں ہے کیونکہ اول تو مطلقاً اس
طور پر منع نہیں فرماتے تھے بلکہ مذکورہ اندیشہ
کی شرط پر منع فرماتے تھے اور اگر اکثریت
کے لحاظ سے فساد کا واقع ہونا اس جیسے
مواقع پر حجت میں لایا جائے تو قطع نظر
اس کے کہ ہم جواب دینے والے ہیں
اس کا احتمال ہی کافی ہے۔ سوائے تحقیق
معاملہ کے اس کا کیا جواب ہے کہ جملہ
لاحقہ کے مخالفت کا قرینہ موجود ہے وَاَنْ
نَقُوْلَ اَوْ نَقُوْمَ۔ اول کی تعمیم کرسا
ہے مگر دوسرے کا یہ مطلب ہے
کہ اہلیت سے مراد علم، پرہیزگاری،
زہد اور تجربہ کی قوت اور حسن تدبیر
ہے۔ صرف مسلمان اور قریشی ہونا کافی نہیں ہے۔
ساتویں یہ کہ خلافت کا انعقاد
غلبہ، زور اور زبردستی کی وجہ سے صورت

ضرورۃ ست و خروج آمدین صورت
باندیشہ فتنہ و فساد نہ آنکہ بذات
خود ممنوع ست پس اگر کسے بزور
و غلبہ متسلط شود و دیگراں را
لائق خلافت نشاید اگر امید غلبہ
دارند روا ست کہ سر برآرند و
دست از اطاعتش بدارند آئندہ
خدا داند کہ ایں ظنِ اوشاں
راست خواہد گردید یانہ - واللہ اعلم

ہشتم آنکہ اتباع و اطاعت
ائمہ و خلفاء و وجوب آں مشروط
بشرط بقاء امامت است نہ وقت
مثل اتباع رسل تا وقتیکہ نبوۃ
کسی بحال خود باقی ست و اعنی
منسوخ بنبوۃ دیگرے نگردیدہ
اتباع او امر و نواہی شاں
ضرورۃ ست و تا نیکہ اوشاں از
حیثیۃ نبوۃ خود برآیند اعنی
نبوۃ شاں منسوخ گردد - آندم
اتباع اوشاں ضرور نیست و
خواہ اوشاں زندہ باشند مثل
حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا مردہ

کے سبب سے اور اس صورت میں اطاعت
سے نکل جانا فتنہ و فساد کے اندیشے سے منع
ہے نہ یہ کہ بذات خود خروج ناجائز ہے پس
اگر کوئی غلبہ اور طاقت کے باعث ہو جائے اور
دوسروں کو خلافت کے لائق نہ دکھائی دے تو
اگر غلبہ کی امید رکھتے ہوں تو درست ہے کہ اس کے
خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اس کی اطاعت سے ہاتھ
اٹھالیں آئندہ خدا جانتا ہے کہ ان کا یہ گمان
درست ہوگا یا نہیں - واللہ اعلم۔

آٹھویں یہ کہ خلفاء اور اماموں کی
اطاعت اور پیروی کا واجب ہونا ان کی
امامت کے باقی رہنے کی شرط کے ساتھ
مشروط ہے جیسا کہ رسولوں کی پیروی
ان کی رسالت کی بقاء کی شرط کے ساتھ
مشروط ہوا کرتی ہے جب تک کہ کسی نبی کی
نبوت اپنی حالت پر باقی ہے یعنی دوسرے
نبی کی نبوت سے منسوخ نہیں ہوئی تو اس کے
احکامات کی پیروی ضروری ہے اور جب
انبیاء اپنی نبوت سے علیحدہ ہو جائیں یعنی
ان کی نبوت منسوخ ہو جائے تو اس وقت ان کی
پیروی ضروری نہیں ہے وہ خواہ زندہ ہی کیوں نہ
ہوں جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام یا اپنی زندگی

بصورت مخصوص نبود۔ ہمچنیں خلفا را
زیادہ پنداشت۔ پس اگر خلیفہ را
بوجہی معزول کنند یا خلافت او
قبول نکنند اتباع او امر و نواہی او
لازم نخواہد بود۔ غایۃ ما فی الباب
این عزل و عدم قبول نازیبا و مکروہ
و ممنوع بود۔ غرض تاکیدات نبوی
بنسبت اطاعت اولی الامر مطلق العموم نیست
بلکہ تا وقت بقاء خلافت و امامت
شان ست۔

ہو سکے۔ ساتھ و نیابت آنحضرت لے گئے ہوں
اسی طرح خلفاء کو بھی سمجھ لینا چاہیئے۔ پس
اگر کسی وجہ سے خلیفہ کو معزول کر دیں یا
اس کی خلافت کو لوگ قبول نہ کریں تو اس خلیفہ
کے احکام اور نواہی کی تعمیل ضروری نہ ہوگی زیادہ
سے زیادہ یہ کہ خلیفہ کا معزول کرنا اور قبول
نہ کرنا بعض حالات میں نامناسب اور بعض
میں مکروہ اور بعض میں ممنوع ہوگا۔ غرض
نبی کریم کی طرف سے اولی الامر کی اطاعت کے
متعلق تاکیدیں عام طور پر نہیں ہیں بلکہ ان کی
امامت اور خلافت کے باقی رہنے کے وقت تک ہیں۔

نہم آنکہ اگر افراد کثیرہ در
لیاقت یعنی ثانی شریک باشند
فرق اگر باشد در شدۃ و ضعف
و زیادۃ و قلت باشد۔ آن وقت
افضل آنست کہ افضل را خلیفہ
گردانند نہ آنکہ واجب است
چنانچہ ظاہر است و ہم از تقدم
بیعت خلیفۂ اول بامرتبہ بعد
وفات سرور کائنات علیہ و
علی آلہ الصلوات والتسلیمات
اول انصار را داعیہ امارت بسر

نویں یہ کہ اگر بہت سے آدمی لیاقت
یعنی ثانی یعنی قریشی، متقی اور عالم وغیرہ
میں شریک ہوں اور اگر ان میں کوئی فرق ہو
تو شدت اور ضعف اور زیادتی و قلت میں ہو
تو اس وقت افضل یہ ہے کہ سب سے زیادہ اچھے
آدمی کو خلیفہ بنائیں البتہ یہ واجب نہیں
ہے اولیٰ یہ ہے کہ افضل کو بنائیں جیسا کہ
ظاہر ہے چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ
وسلم کی وفات کے بعد خلیفۂ اول کی بیعت
کے تقدم میں اول انصار کے دماغ میں خلافت
کا جذبہ پیدا ہوا تو وہ کہ امامت میں

اعتقاد - اگر افضلیۃ در امام ضروری بودے این خیال محال بود - چہ افضلیۃ مہاجرین وآنہم چار یار وبقیہ عشرہ مبشرہ دراں زمانہم حکم بدیہیات داشت خصوصا افضلیۃ خلیفۂ اول - واگر گفتہ شود کہ تا آں وقت ضرورت افضلیۃ مثل ضرورت قرشیت معلوم نباشد -

جوابش این است کہ ضرورت قرشیت محض شرعی است وعقل را دراں مجال مداخلت نیست آری وافضلیت بنا بر است کہ اگر ضروری باشد اجلی بدیہی بود وازیں ہم واگذشتیم ، پس از آنکہ

"الائمۃ من قریش"

خوانده شده آں وقت کہ خلیفۂ اول حوالہ بر حضرت عمر و حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم کردند چنانکہ یاد باشد ، خود دلیل کامل است بریں معنا - چہ اگر نصب شود

افضلیت (واجب ہوتی تو پھر) انصار کا واجبیہ ایک خیال محال ہوتا۔ کیونکہ مہاجرین صحابہ کی اور ان میں بھی چار یاروں اور باقی عشرہ مبشرہ کی افضلیت اس زمانے میں بدیہی طور پر مسلم تھی۔ خاص طور پر خلیفۂ اول کی افضلیت اور اگر کہا جائے کہ اس وقت تک خلیفہ کا افضل ہونا قریشی ہونے کی ضرورت کی طرح ضروری نہ تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قریشی ہونے کی ضرورت صرف شرعی ہے عقل کو اس میں دخل دینے کی مجال نہیں ہے ہاں افضلیت اس وجہ پر ہے کہ اگر ضروری ہوتی تو واضح ہو ، اور چلئے ہم اس کو بھی چھوڑتے ہیں اور اس کے بعد (کہ حدیث کے مطابق کہ)

"خلفاء قریش میں سے ہوں گے"

نشان کی گئی تو اس وقت خلیفۂ اول نے خلافت کو حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم کے حوالے کیا جیسا کہ آپ یاد ہوگا۔ یہ بات اس مدعا پر مکمل دلیل ہے۔ کیونکہ اپنے مقابلے میں اگر وہ

دیگران را افضل میدانستند باری
تفاوت مراتب دیگران بالیقین
معلوم بود هر کرا افضل میدانستند به
بیعت ہماں کس ارشاد میفرمودند۔

شبہ و اگر گفته شود که هر
دو را بیک مرتبه دانسته باشند
هر چند این قسم بیهوده تعصب آلات
تعنت محض است و مکابره صرف
درین امر چه عذر خواهند آورد که
حضرت امام حسن رضی الله عنه
خلافت با میر معاویه رضؓ سپردند شیعه
اگر چشم حق بین بسته یا شکسته عذر
تقیه کنند سنّیان چه خواهند گفت
هر چند این عذر شیعیان نیز درین
واقعه تعنت و مکابره است
چه با این افواج کثیره که بودند و
آں انکار که لشکریان کردند این
عذر پوچ بنرخ گوز شترے ارزد۔

اما کلام بر اصول سنّیان است
او شاں را بجز تسلیم آنکه خود تسلیم
کرده اند هیچ چاره نیست و بعد
این همه سخن و حسن این قدر

دوسروں کو افضل جانتے، اور یقیناً
دوسروں کے مرتبوں کا فرق ان کو معلوم
تھا تو جس کسی کو وہ افضل سمجھتے، اسی کی
بیعت کرنے کے لئے ارشاد فرماتے۔

شبہ اور اگر یہ کہا جائے کہ دونوں
کو ایک ہی مرتبہ کا سمجھا ہوگا تو ہر چند کہ یہ
خیال بیہودہ اور صریحاً تعصبی ہے علاوہ
تعنت زیادہ کی ہے تو پھر اس بات کا کیا
عذر پیش کریں گے کہ حضرت امام حسن
رضی اللہ عنہ نے خلافت حضرت امیر
معاویہ رضؓ کے سپرد کر دی تھی۔ شیعہ لوگ اگر
نظر حق بین بند کرکے یا پھوڑ کر تقیہ کا عذر
کریں گے۔ مگر سنی کیا کہہ سکیں گے
ہر چند شیعوں کا تقیہ کا عذر بھی
اس واقعے میں صریحاً تعصب ہے کیونکہ اتنی
کثیر التعداد فوج جو اُن کے پاس تھی اور فوج
بھی انکار کر دیا تھا پر تقیہ کا عذر گوز شتر سے
زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

لیکن بحث تو سنیوں کے اصول پر
ہو رہی ہے لیکن چونکہ سنی پہلے تسلیم کر
چکے ہیں اس لئے انہیں تسلیم کرنے کے سوا
کوئی چارہ نہیں ہے اور اس قدر بحث کے بعد

بدیہی است کہ افضلیت کسے
موجب افضلیت استخلاف اولیٰ
توان شد، سبب وجوب استخلاف
او نتوان شد۔

دہم آنکہ حال در معرض
تحول می باشد چنیں است کہ
حال نام کردند پس ممکن بلکہ ہزارہا
را می بینم کہ وقتی تقویٰ است
و طہارت و زہد است و
عبادت و سجادۂ طاعت بر دوش
و حلقۂ اطاعت خداوندی در
گوش باشد پس از چندی مسخر
شیطان مے شوند و برعکس رہ اول
میروند۔ در حال اول
لیاقت خلافت بمعنی ثانی دارند
نہ در حال ثانی۔

یازدہم آنکہ اوامر و نواہی
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہ فقط
برائے ایجاب و تحریم می باشد
بہر استحباب وغیرہ امور معلومہ
نیز می باشد، آری تمیز اینکہ ایں
امر و نہی برائے ایجاب و تحریم است

یہ بات کھل کر آگئی ہے کہ کسی کا افضل ہونا
خلیفہ نامزد کرنے کیلئے صرف افضلیت کا
موجب ہو سکتا ہے اس کی نامزدگی کے
واجب ہونے کا سبب نہیں ہو سکتا۔

دسویں بات یہ ہے کہ انسان کی
حالت بدلتی رہتی ہے اسی وجہ سے تو
اس کا نام حال رکھا ہے پس ممکن ہے بلکہ
ہزاروں کو میں دیکھتا ہوں کہ ایک وقت
تقویٰ، طہارت اور دنیا سے بے رغبتی ان
کو ہوتی ہے اور عبادت اور اطاعت کا
کا مصلیٰ کندھے پر ہے اور اطاعت خداوندی
کا حلقہ کانوں میں ہے لیکن پھر کچھ عرصے کے بعد
شیطان کے کھلونا بن جاتے ہیں اور پہلی راہ جو ہے
کے برخلاف چلنے لگتے ہیں پہلی حالت میں تو
وہ دوسرے معنی میں خلافت کی لیاقت
رکھتے ہیں لیکن دوسری حالت میں نہیں۔

گیارہواں اصول یہ ہے کہ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر و نواہی صرف
کسی چیز کو واجب یا حرام کرنے کے لئے ہی
نہیں ہوتے بلکہ امور معلومہ استحباب و اباحت
وغیرہ کیلئے بھی ہوتے ہیں۔ البتہ تمیز کرنا کہ
کونسا امر و نہی ایجاب و تحریم کیلئے ہے

و این امر و نحو آن برائے استحباب است
و غیر هر کس را معتبر نیست آنکه
فرق مراتب موجبات امر و نهی
و عقل ثانیست آن را می شناسد
این را می داند۔ چون بحث درین
امر خاص است رمزی از تقسیم
باید گفت۔ اگر خلیفه وقت اهلیت
تامه داشته باشد قتل و جدال
او حرام قطعی است چه مفسده
دینی و دنیوی بے شمار به منفعت
دنی پیش خود آمد۔ و این قدر
کیست که نمی داند۔ این قسم امور
حرام مطلق می باشند۔ و اگر از
اهلیت تامه بهره ندارد۔ فقط
باهلیت ادنی سرِ تصرف را زیر
پا گرفته و بر مسند امامت و
حکومت اجلاس نشسته می باید دید
که در تقدیر عزل آن و نصب دیگرے
اگر فقط آفات جان و مال خویشتن
است و بس امید غلبه و رجاء

اور کوئی استحباب و اباحت کے ثبوت
ہر شخص کے لئے کار آمد نہیں ہے بلکہ وہ شخص
جو کہ امر و نہی کے مقتضا کے مراتب و ان کے
اغراض اصلیہ کا فرق سمجھتا ہے اس فرق
کو سمجھ سکتا ہے چونکہ یہ امر خاص ہے
بحث کیجاتی ہے تو کچھ تقسیم کی طرف بھی
کر دینا چاہیے۔ اگر خلیفہ وقت خلافت کی
[1] پوری قابلیت رکھتا ہو اور وہ برسر کار
ہے تو اس وقت جبکہ اس سے جنگ و جدال
کرنا قطعی حرام ہے کیونکہ اس صورت میں
دینی نقصانات بے شمار ہیں اور دنیوی فائدہ
برائے نام ہوگا اور اس بات کو کون نہیں
جانتا کہ اس قسم کے امور بالکل حرام ہوتے
ہیں اور اگر اہلیت تامہ سے وہ محروم ہیں
ہے صرف ادنی اہلیت کی وجہ سے تخت نشین
کو اپنے پاؤں تلے رکھ کر بیٹھ گیا ہے اور مسند
امامت و خلافت پر لوگوں کی نگاہ میں بیٹھ گیا ہو
جائے تو پھر دیکھنا چاہیے کہ اس کو تخت سے
ہٹانے اور دوسرے کو بٹھانے میں اگر صرف
اپنی جان و مال کا کھو جانا اور فتح کی امید اور

---

[1] یعنی قرشیت کے ساتھ صاحب علم و تقویٰ بھی ہو ۔ مترجم

[2] یعنی نقصان دینی اور دنیوی دونوں قسم کا ہوگا اور کوئی دینی فائدہ نہ ہوگا ۔ مترجم

شوکت نیست نہی از قتال و
جدال او نہی شفقت خواہد بود،
و اگر اندیشہ تمادی و استطالت
فتنہ باشد احتیاج باشد کہ این آتش
در عرض و طول خود کردہ و ناکردہ
را فرا خواہد گرفت فقط سروکار
با اہل پیکار نخواہد ماند. آں وقت
نباید کہ دست قتال گشاید مگر
اگر ہمیں است کہ ایں تخم
بے حقیقت مثل دیگر خود
دور دور می رساند. چوں
فرمانہ کینہ از سینۂ سلاطین
دریں چنیں اوقات سر میزند و
حب مال و جاہ کینہ کش بخواہ
خود می شود - باین ہمہ آں
طرف مال و دولت در دست ہمہ
خشم و خدم سر پرست ، قہر و
استیلا حاصل ، حالات و مزاحم
مستاصل و ایں طرف بجز
موشک روانی و امید پنہانی
چیست کہ اُمید بستہ آید و
قوت دشمن شکستہ آید - لیکن

شوکت کی صورت نہیں تو اس کو اپنے لئے
سے جنگ و جدال کرنے سے منع کرنا صرف
شفقت کے طور پر ہوگا اور اگر فتنہ کے بڑھنے
اور تمادی کا اندیشہ ہو یعنی استطالت کی گروہ
جاتا ہے کہ یہ آگ اپنے عرض و طول میں کئے
ہوئے اور بے کئے والوں کو گھیر لے گی صرف اہل
پیکار تک ہی محدود نہ رہے گی تو اس وقت
جنگ و جدال کے لئے ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیئے
مگر یہی ہے کہ یہ بیج سا ایک اپنی شاخیں
اور پتے دور دور تک پہنچاتا ہے اور کیوں
نہ پہنچائے کہ اس قسم کے حالات میں سلاطین
اپنا انتقام لیتے ہیں اور مال و جاہ کی
محبت اپنے دشمن سے کینہ پر مجبور کرتی
ہے۔ اس کے باوجود اس طرف ہاتھ
میں مال و دولت ہوتے ہیں اور نوکر
چاکر اور لشکر مددگار رہتا ہے۔ غلبہ اور
تسلط حاصل اور مخالف مزاحم کی جڑیں
کھوکھلی، اور اس طرف شوشے چھوڑنے
اور در پردہ امیدیں باندھنے کے سوا
کیا رکھا ہے کہ امید پوری ہو جائے اور
دشمن کی قوت ٹوٹ جائے لیکن یہی بجا
نصیحت بے سر و ساماں لوگوں کی

تا هم کار پردازی غیب کامیابی ده
کار سپه سر سپاهان می شود
و اقبال و نصرت مددگار سپه
ستانان میگردد۔ انقلاب
دولت بنی امیه از دست
عباسیان شنیده باشی و ترقی
دولت تیموریه در کتب دیده باشی
پس اگر امید غلبه و عیار شوکت
باشد، در محاربه و مجادله چه باک۔
ما حاصل در صورت فسق
خلیفه موازنه در منافع و مضار
خلع بیعت باید کرد و هر چه راجح
نماید بدان کاربند باید شد و این
مضمونیست که در اشارات
آیه

کامیابی کا سامان پیدا کر دیتی ہے اور
سپہ ستانان لوگوں کی مددگار بن جاتی
ہے۔ عباسیوں کے ہاتھوں بنی امیہ
کی حکومت کا انقلاب تم نے سنا ہو
ہوگا، اور حکومت تیموریہ کی ترقی کا
حال کتابوں میں دیکھا ہوگا۔ پس اگر
غلبے کی اُمید اور شوکت کی توقع ہو
تو پھر جنگ و جدل میں کیا مضائقہ
ہے۔
ماحصل یہ ہے کہ خلیفہ کے بدکار ہونے
کی صورت میں اس کی بیعت کے توڑنے
کے نفع و نقصان کا اندازہ کرنا چاہیئے۔
جو صورت[1] راجح ہو، اس پر عمل کرنا
چاہیئے اور یہی مضمون ہے جو کہ اس آیت
کے اشاروں میں پنہاں ہے۔

قُلْ فِيهِمَآ إِثْمٌ كَبِيرٌ

کہہ دیجئے[2] کہ ان دونوں (یعنی شراب اور

---

[1] یعنی اگر جنگ میں فائدہ ہو تو جنگ کرے اور اگر کسی نقصان کا اندیشہ ہے، تو پھر جنگ سے باز رہے۔ مترجم

[2] اس آیت میں شراب اور جوے کے بارے میں حکم دیا گیا ہے کہ ان دونوں میں گناہ بڑا اور کچھ منافع بھی ہیں۔ لیکن گناہ ان دونوں کے منافع سے زیادہ ہیں۔ اس لئے جب گناہ غالب ہو تو اس کا اعتبار کرکے ان کو حرام قرار دیا گیا۔ اسی طرح خلیفہ کے فاسق ہونے میں اگر نقصانات غالب ہوں اور فسادات اور تباہی ہی غالب ہو تو چاہیئے کہ ایسے خلیفہ کو معزول کر دیا جائے۔ مترجم

مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا
أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا ولیت
نساده اند۔

جس کے معنی ہیں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے
کچھ منافع بھی ہیں لیکن ان کے نفع سے
نقصان زیادہ ہیں۔

۱۲
دوازدهم آنکه در احادیث
کتب صحیحه مثل مسلم از عبادة بن
صامت رض مروی ست که

۱۲
بارھویں یہ کہ احادیث کی صحیح
کتابوں میں جیسے مسلم عبادہ رض بن صامت
سے روایت ہے کہ

دعانا رسول الله صلی
الله علیه وسلم فبایعنا
فکان فیما اخذ علینا
ان بایعنا علی السمع
والطاعة فی منشطنا
ومکرهنا وعسرنا ویسرنا
واثرة علینا ولا ننازع
الامر اهله قال الا ان
تروا کفرا بواحا عندکم
من الله فیه برهان۔

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے دعوت دی۔ پس ہم نے بیعت
کی۔ پس جن باتوں کے لئے ہم سے بیعت
لی یہ تھیں کہ ہم بیعت کریں اطاعت
و فرمانبرداری پر اپنی خوشی اور ناخوشی
میں، اپنی تنگی اور فراخی میں، اور
اولوالامر سے ہم جھگڑا نہ کریں۔ پھر حضورؐ
نے فرمایا۔ ہاں اگر تم کھلا کفر دیکھو کہ اس
کے بارے میں تمہارے پاس اللہ کی طرف
سے برہان موجود ہو تو تب اولوالامر
سے تنازع کر سکتے ہو۔

ازیں روایت مثل آفتاب
روشن است که اگر خلیفه علی الاعلان
مرتکب معصیت جلی باشد و
از امر معروف و نهی عن المنکر
اثر پذیر نشود منازعت با او

اس روایت سے آفتاب کی طرح
روشن ہے کہ اگر خلیفہ علی الاعلان کھلے
گناہ کا مرتکب ہو اور امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر سے اثر قبول نہ کرے
تو اس کے ساتھ تنازع جائز ہے۔ کیونکہ

جائز است چہ مراد از کفرًا
بواحًا درینجا معصیت است
بقرینہ جملہ عندکم من اللہ
فیہ برہان ورنہ کفر اصطلاحی
محتاج این توصیف نبود چنانچہ
ظاہر است بہمچنیں جملہ لا ما
اقاموا الصلوٰۃ کہ در بعض روایات
صحیح مسلم بعد استفسار صحابہؓ از
منابذۃ امر قتلہ وارد است
برین امر دلالت دارد کہ اگر کسی ارکان
ضروریہ دین را ترک دہد دست
اطاعت از دست او باید کشید۔

۱۳ سیزدہم آنکہ فسق را مدارج
کثیرہ است و حکم ہر درجہ جُدا۔
ہمہ را بیک نہج نباید گرفت۔
شرب خمر و امثال او نیز
فسق است و ترک صوم و صلوٰۃ و
حج و زکوٰۃ ہم فسق است۔ باز
اخفاء آں نیز فسق است و اعلان
آں نیز فسق است و تمسخر کردن ایں
کارہا نیز فسق است و تحریض دیگراں

کفرًا بواحًا سے یہاں مراد گناہ ہے
عندکم من اللہ فیہ برہان
کے قرینے سے۔ ورنہ اصطلاحی کفر اس
صفت بیان کرنے کا محتاج نہیں ہے
چنانچہ ظاہر ہے۔ اسی طرح جملہ لا ما
اقاموا الصلوٰۃ کہ صحیح مسلم کی بعض
روایات میں صحابہ کے پوچھنے کے بعد حکم واقع
ہوا ہے جبکہ صحابہؓ نے بدکار حاکموں کی خونریزی
کے متعلق سوال کیا تھا یہ جملہ اس بات پر
دلالت رکھتا ہے کہ اگر کوئی حاکم دین کے
ضروری ارکان کو چھوڑ دے تو اس کی فرمانبرداری
سے ہاتھ کھینچ لینا چاہیئے۔

۱۳ تیرہویں یہ کہ فسق کے بہت سے درجے
ہیں اور ہر درجے کا حکم بھی جدا ہے سب
کو ایک ہی بھاؤ دیکھنا چاہیئے۔ شراب کا
پینا اور اسی طرح کے گناہ (جوا وغیرہ) بھی
فسق ہے اور روزہ، نماز، حج اور زکوٰۃ کا
چھوڑ دینا بھی فسق ہے پھر فسق کا چھپانا بھی
فسق ہے اور فسق کا اعلان کرنا بھی فسق ہے
اور ان کاموں کو تمسخر میں کرنا بھی فسق ہے
اور دوسروں کو رغبت دینا بھی فسق ہے

ف ورالا میرے نزدیک عملی حیثیت ہے کہ وہ نماز قائم کرتے رہیں۔ انور

ہم فسق است بلکہ نفسِ ارتکاب
امورِ محرمہ ہم فسق است و اعتقاد
امورِ مبتدعہ ہم فسق است
پس جائیکہ تحذیر از خروج بر
فساق فرمودہ اند مراد ازاں مطلق
فسق داشتہ اند۔ مرادم ایں
است کہ نفسِ فسق من حیث
ھو یعنی ماہیت و مصداق
فسق بے اعتبار امورِ زائدہ
موجبِ عزل و انعزال نیست۔
ورنہ ہر نوع فسق کہ باشد اگرچہ
کفر بواح باشد و ترکِ صلوٰۃ
بود، موجبِ عزل نتواند شد۔

غرض ازیں گفتن کہ بر فاسق
خروج نباید کرد لازم نمی آید
کہ بر اعلانِ فسق ظاہر و ترک
ضروریاتِ دین و بدعت ہم
خروج نباید کرد۔

بالجملہ فسق کلی مشکک است

اسی طرح حرام کاموں کا کرنا بھی فسق ہے
اور بدعت کے کاموں کا اعتقاد کرنا بھی
فسق ہے۔ پس جہاں فاسق خلیفہ کے
خلاف علم بغاوت بلند کرنے سے منع فرمایا
گیا ہے اس سے مراد مطلق فسق لیا ہے
میرا مطلب یہ ہے کہ فسق صرف فسق
ہونے کی حیثیت سے یعنی اس کی ماہیت
اور مصداق امور زائدہ کا اعتبار کئے بغیر
خلیفہ کے خود معزول ہو جانے یا معزول
کر دینے کا موجب نہیں ہے۔ ورنہ ہر قسم
کا جو فسق بھی ہو اگرچہ کفر بواح ہو اور یا
ترک نماز ہی کیوں نہ ہو، عزل کا سبب
نہ ہو سکتا۔

غرض اس کہنے سے کہ فاسق کے خلاف
خروج نہیں کرنا چاہیے یہ لازم نہیں آتا کہ
فسق ظاہر کے اعلان کرنے اور دین کی ضروریات
ترک کرنے اور بدعت کا ارتکاب کرنے پر
بھی خروج نہیں کرنا چاہیے۔

نتیجہ یہ ہے کہ فسق کلی مشکک ہے

ف مشکک منطقیوں میں ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہے۔ یہاں ان تفصیلات کی گنجائش نہیں بس مختصر طور پر یوں سمجھئے کہ افراد میں صفت کے اعتبار سے کمی اور زیادتی اور درجہ بدرجہ اولیت اور اولیت، زیادہ شدت اور زیادہ تخفیف جو پیدا ہوتی ہے اس کا (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

و هر فرد او موجب خروج ، و نه هر مرتبه او مانع ازان - بالجمله قدر مشترک فیما بین مدارج فسق موجب خروج نیست ، و همین است معنی لا ینخلع ولا یجوز الخروج علیه -

نہ اس کا ہر فرد خروج کو واجب کرتا ہے ، اور نہ اس کا ہر مرتبہ خروج کا مانع ہے مختصر فسق کے مدارج کے درمیان قدر مشترک خروج کو واجب نہیں کرتا اور یہی مطلب اس کا ہے کہ نہ تو بیعت کو توڑے اور نہ اس کے برخلاف خروج جائز ہے -

چہاردہم آنکه عقائد اہل سنت دو قسم است - یکے متفق علیہ جملہ اہل سنت بیک عقیدہ دل دادہ اند مخالفت این قسم عقائد چنانکہ شیعہ و خوارج و نواصب و معتزلہ و مرجیہ کردہ اند

چودھویں یہ کہ اہل سنت کے دو قسم کے ہیں - ایک تو وہ عقائد ہیں جن پر تمام اہل سنت بیک خیال متفق ہیں اور جان دیتے ہیں ۔ اس قسم کے عقائد کی مخالفت کرنا جیسا کہ شیعہ خارجی نواصب معتزلہ اور مرجیہ نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نام تشکیک ہے جو ایک وجود کی ماہیت میں بہ درجہ کی نسبت شدید کمال پر اشتمال کی مشکک وہ کلی ہے جو اپنے مصداق کے درجات کے اعتبار سے مختلف ہو۔ مترجم (ماخذ حاشیہ صفحہ ۱۲)

سلہ شیعہ وہ فرقہ کہلاتا ہے جو حضرت علیؓ کی بلا فصل خلافت کا قائل ہے اور ان کو سب سے افضل سمجھتا ہے اور اہل بیت کی محبت کا دم بھرتا ہے - مترجم -

سلہ خارجی وہ گروہ تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا منکر بلکہ ان کے کفر تک کا قائل تھا۔

سلہ نواصب - یہ لوگ خارجیوں ہی کے مانند تھے لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ فرقہ نواصب اہل بیت سے محروم ہے - مترجم -

سکہ معتزلہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے وہ ایک فرقہ تھا جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کو نہ مسلمان کہتے تھے اور نہ کافر۔ اس فرقے کا امام ابو علی جبائی تھا جس نے یہ عقیدہ پیش کیا تھا جس پر امام ابوالحسن اشعریؒ نے فرمایا تھا کہ اعتزل عنا - وہ ہم سے عقیدے میں جدا ہو گیا (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

موجب تفسیق و تبدیع می شود۔
دوم عقائد مختلف فیہ کہ
اکابر اہل سنت دراں مختلف
شدہ اند مثل اختلاف در تکوین
حسن و قبح۔ این قسم اختلاف را
مثل اختلاف در مسائل فقہ
باید پنداشت۔ اگر فرقی است
ہمیں قدر است کہ اولٰی در کتب
کلامیہ آوردہ اند۔ و این را در
کتب فقہیہ سپردہ مگر این قدر
فرق نزد اہل عقل قابل التفات
نیست و با بے عقلاں کلام نیست
پس چنانکہ شافعیہ حنفیہ را
اگر در دیہات جمعہ نخوانند
و در آنجا جمعہ را واجب ندانند
کافر و فاسق نخوانند بنا بر قیاس
حنفیہ شافعیہ را اگر با وجود
سہ کس جمعہ را واجب ندانند
کافر و فاسق ندانند۔

کہ جسے تفسیق و تبدیع کی موجب کہا ہے۔
دوسرے وہ عقائد جن میں اختلاف
کیا گیا ہے کہ اہل سنت کے بڑے بڑے
علماء ان میں مختلف ہو گئے ہیں جیسا کسی
چیز کے بھلے اور اچھے برے ہونے میں اختلاف
اس قسم کے اختلاف کو فقہ کی فرعوں میں
اختلاف کی مانند سمجھنا چاہئے اگر کوئی فرق
ہے تو اس قدر ہے کہ اس کو علم کلام کی کتابوں
میں لائے ہیں اور اس کو فقہ کی کتابوں میں
تحریر کیا ہے۔ مگر اتنا فرق اہل عقل کے
نزدیک توجہ کے قابل نہیں ہے۔ اور
بے عقلوں سے ہمارا سروکار نہیں ہے۔
پس جیسا کہ شافعیہ حنفیہ کو اگر وہ دیہات
میں جمعہ نہیں پڑھتے ہیں اور وہاں جمعہ
کو واجب نہیں جانتے ہیں، کافر اور
فاسق نہیں کہتے اسی پر قیاس کرکے حنفیہ
شافعیہ کو جو تین آدمیوں کے ہوتے ہوئے
بھی جمعہ کو واجب نہیں جانتے کافر و
فاسق نہیں جانتے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اسی اعتزال کی وجہ سے اس فرقے کو معتزلہ کہا جانے لگا۔ مترجم۔

ھ مرجئہ وہ فرقہ ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ایمان کے ساتھ گناہ مضر نہیں جیسا کہ کفر کے ساتھ طاعت مفید نہیں۔ مترجم۔

پانزدهم آنکه استخلاف خلیفه[1]
کسی را موجب لزوم انعقاد است
اگر شخص مستخلف [illegible]
داشته باشد و وجه لزوم
انعقاد ظاهر است چه اطاعت
اولو الامر واجب است۔ بحکم
قرآن۔ فرمان باید پذیرفت۔ مگر
چون بعد از ایں هم استخلاف به
اطاعت اولو الامر است[2] پس
دو امر اطاعت دیگری کی خواهند بود۔
پس اگر شخصی را خلیفهٔ وقت
تسلیط کرده است که بی قدرت نیز داشته باشد
بلکه تارک صلوة و مبتدع بود
اطاعت شخصی دریں امر لازم نخواهد
حسب
لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي
مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔

پندرہویں یہ کہ خلیفۂ برحق کا کسی کو[1]
اپنے بعد قائم مقام نامزد کر دینا عام بیعت
کے انعقاد کا موجب ہے بشرطیکہ وہ شخص
کو خلیفہ نامزد کیا جا رہا ہے وہ خلافت
کی دوسری تمام صفات رکھتا ہو جو خلیفہ میں
ہونی چاہئیں، اور منعقد خلافت کے منعقد ہونے
کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ صاحب امر کی اطاعت
ضروری ہے۔ وہ بحکم قرآن کرنی چاہئیے
لیکن چونکہ اس قسم کے خلیفہ بنانے کی بنیاد
اولوالامر کی ہی اطاعت پر ہے تو اطاعت[2]
کے مجموعی لوازم بھی متعلقات ہوں گے پس اگر
خلیفۂ وقت ایسے شخص کو خلیفہ بنائے جو
ابھی قدرت نہ رکھتا ہو بلکہ تارک نماز یا
بدعتی ہو تو اس صورت میں خلیفہ کی
اطاعت ضروری نہ ہوگی کیونکہ
" اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت
نہیں ہے "

---

[1] یعنی نامزد شخص میں قرشیت، تقویٰ اور علم وغیرہ صفات ہوں گی کیونکہ بیعت کی دوسری قسم ہے جبکہ پہلی شرط صرف یہ ہے کہ وہ قریشی ہو۔ جیسا کہ الائمة من القریش سے واضح ہے۔ مترجم

[2] یعنی جب خلیفۂ برحق نے اپنا قائم مقام نامزد کر دیا تو چونکہ اولوالامر نے ایسا کیا ہے لہذا اس کی اطاعت ضروری ہوئی۔ اور نامزد خلیفہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ضروری ہوا جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو نامزد کر دیا تھا۔ مترجم

و اگر بزعم خلیفہ او قابل
خلافت بود و نزد دیگراں نبود
تاہم اطاعتش ہمیں لازم خواہد بود
البتہ خلیفہ وقت را ایں وقت
بدشواری گفت چہ بزعم خود
او را قابل دانستہ ولیعہد کردہ بود
بزعم دیگراں اگر قابل نہ برآمد او
چہ کند و ایں قسم اختلاف و
تنازع خلیفہ و رعیت کہ خلیفہ
امر مستحسن پندارد و رعیت قبیحش
انگارد اکثر اتفاق افتادہ
منجملہ مباحثہ ابوبکر صدیق رضہ و
عمر فاروق رضہ و زید بن ثابت در
جمع قرآن نیز ہست و
ہمچنیں دیگر بدعات بریں قدر
دلالت دارند۔ پس ممکن کہ
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
یزید را لائق خلافت خود پنداشتہ
مذکور خواہد شد ، دیدہ و بہ

اور اگر خلیفہ کے گمان میں وہ خلافت
کے قابل ہو اور دوسروں کے نزدیک نہ ہو
پھر بھی اس خلیفہ کی اطاعت اتنی بات پر
ضروری نہ ہوگی البتہ خلیفہ وقت کو اس وقت
برا بھلا نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس نے اپنے گمان
میں اس کو قابل جان کر ولیعہد بنایا تھا۔ مگر
وہ دوسروں کے خیال میں قابل نہ نکلا تو وہ
کیا کرے اور خلیفہ اور رعیت میں اس قسم کا
اختلاف اور باہمی جھگڑا کہ خلیفہ تو اس کو اچھا
سمجھتا ہے اور رعیت کی سمایا اس کام کو برا
خیال کرتی ہے اس قسم کی باتیں اکثر واقع
ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت ابوبکر
صدیق، عمر فاروق اور زید بن ثابت رضی اللہ
عنہم کے درمیان قرآن کو یکجا جمع کرنے کے
بارے میں بحث مباحثہ ہے اور اسی قسم
کے دوسرے واقعات اتنی بات پر دلالت
کرتے ہیں۔ پس ممکن ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
نے یزید کو اپنی جگہ خلافت کے لائق دیکھا ہو جیسا کہ
آگے آئے گا اور یزید کے برے افعال کی نسبت

---

[1] حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جمع قرآن کے لئے فرمایا تو زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اختلاف کیا مگر پھر حق واضح ہونے پر انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ سے اتفاق کیا۔ مترجم

خبث افعال او مطلع نشده باشد و دیگران او را قابل خلافت نمیدیدند یا دیده و باز حال او مستحیل شد. ازین وجه از بیعتش انکار کردند.	خبر نہ ہو ۔ اور دوسروں نے اس کو خلافت کے قابل نہ پایا ۔ یا پہلے اہل پایا لیکن اس کی حالت بدل گئی ہو ، اس وجہ سے انہوں نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا ۔ .....
الغرض استخلاف خلیفه موجب لزوم انقیاد و اتباع است اما بشرطیکه در نظر رعیت امور قادحه در خلافت ولیعهد یافته نشود[1].	غرض یہ ہے کہ خلیفہ کا کسی کو اپنے قائم مقام خلیفہ بنانا عام انقیاد کو واجب کرتا ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ رعایا کی نظر میں ولی عہد کے خلیفہ بننے میں ایسے امور نہ پائے جاتے ہوں جو قابل اعتراض ہوں (تو لزوم انقیاد واجب نہ ہوگا)
چون این مقدمات شانزده گانه تمهید یافت اعتراض شیعیان خود پاش پاش شده و بطلان تشنیع در شهادت جگرگوشهٔ رسول الثقلین صلی الله علیه وسلم امام الشهداء آنحضرت امام حسین رضی الله عنه و حق اولاد جانب انگشت نمای نماند و همچنین در ولیعهد کردن امیر معاویه رضی الله عنه یزید پلید را ماخذ شد موجب انکار در نیامد.	جب یہ سولہ مقدمات تمہید کے طور پر بیان ہو گئے تو شیعوں کے اعتراض کی دھجیاں بکھر گئیں اور تشنیعوں کے بطلان کے مطابق رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ شہیدوں کے امام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ و حق اولاد کی شہادت پر انگلی اٹھانے کی گنجائش نہ رہی ، اور اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے یزید پلید کو ولی عہد بنانے میں بھی کوئی وجہ موجب انکار نہ نکلا ۔

---

[1] در اصل یہ لفظ یافتہ نشود ہے۔ کاتب سے پہلے نسخے میں غلطی ہو گئی ہے کہ اس نے یافتہ شود لکھ دیا ہے۔ مترجم۔

اوّل بحث در ولیعہدی یزید

از ولی عہدی یزید بحث مے کنم بعد ازاں در شہادت حضرت سید الشہداء علیہ و علیٰ آبائہ السلام حرفے مے زنم تا وقتیکہ امیر معاویہ یزید پلید را ولی عہد خود کردند فاسق معلن نبود۔ اگر چیزی کردہ باشد در پردہ کردہ باشد کہ حضرت امیر معاویہؓ را ازاں خبر نبود۔ علاوہ بریں حسن تدبیر در جہاد آنچہ کہ ازو مشہور شد مشہور است۔

خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در باب یزید و جہادش

در بیت ام ملحان رضی اللہ عنہا کہ حضرت محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین یک بار دو بار خفتند و بیدار شدند و ہر بار خندیدند و در وجہ خندہ فرمودند (کہ) جماعتی از امتیان خود را دیدہ ام کہ در دریا جہاد میکنند و در شان ایشان فرمودہ اند۔

اوّل میں یزید کی ولیعہدی پر بحث

یزید کی ولی عہدی پر بحث کرتا ہوں اس کے بعد سید الشہداء ان پر اور ان کے آباء پر سلام ہو، کی شہادت پر کلام کرتا ہوں۔ جس وقت کہ امیر معاویہؓ نے یزید پلید کو اپنا ولی عہد بنایا تھا تو وہ علانیہ فاسق نہ تھا۔ اگر اس نے کچھ کیا ہوگا تو در پردہ کیا ہوگا کہ حضرت معاویہؓ کو اس کی خبر نہ تھی۔ علاوہ ازیں جہاد میں یزید کا حسن تدبیر جیسا کہ اس سے دیکھا گیا مشہور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب یزید اور اس کے لشکر کے بارے میں

ام ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین ایک مرتبہ دو دفعہ سوئے اور جاگے اور ہر مرتبہ ہنسے اور ہنسی کی وجہ بیان فرمائی کہ میں نے اپنی امت کے ایک گروہ کو دیکھا ہے کہ دریا میں جہاد کرتے ہیں اور ان کی شان میں (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا ہے کہ۔

ملوك على الاسرة او مثل الملوك على الاسرة۔ مصداق خواب ثانی ہمیں یزید و ہمراہیانش برآمدند چنانچہ بر تاریخ دانان و حدیث خوانان پوشیدہ نیست۔ غایۃ ما فی الباب بسبب خرابیِ باطنی کہ داشت ہمچو منافقان کہ در بیعت الرضوان شریک بودند و بوجہ نفاق، رضوان اللہ نصیب او شان نشد، یزید ہم از فضل این بشارت محروم شد۔

مذہب امیر معاویہؓ در بارۂ خلافت

و این طرف مذہب حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ درباره خلافت آن بود کہ ہر کرا سلیقہ انتظام مملکت زائد از دیگران باشد گو افضل از و باشند افضل است از دیگران بنظر این اورا افضل از دیگران دانستند، و اگر افضل ندانستند پس بیش

وہ تخت نشین بادشاہ ہیں یا تخت نشین بادشاہوں کی طرح ہیں۔ دوسرے خواب کا مصداق یہی یزید اور اس کے ساتھی ظہور میں آئے چنانچہ تاریخ جاننے والوں اور حدیث پڑھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے زیادہ سے زیادہ اس بارے میں پوشیدہ خرابیوں کے باعث کہ یزید رکھتا تھا، منافقوں کی طرح جو کہ بیعت رضوان میں شریک تھے، اور نفاق کی وجہ سے اللہ کی خوشنودی ان کو نصیب نہ ہوئی، یزید بھی اس بشارت کی فضیلت سے محروم رہا۔

امیر معاویہؓ کا خلافت کے بارے میں نظریہ

اور اس طرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ خلافت کے متعلق یہ تھا کہ جس کسی کو مملکت کے انتظام کا سلیقہ دوسروں سے زیادہ ہو گو اس سے افضل ہوں تو دوسروں سے اس کا خلیفہ بننا افضل ہے۔ اس بات پر نظر رکھتے ہوئے یزید کو انہوں نے دوسروں سے افضل جانا اور اگر (بالفرض) افضل نہ بھی جانا تو اس

ازیں نیست کہ ترکِ افضل کردند۔ چنانچہ در مقدماتِ سابقہ واضح شدہ کہ استخلافِ افضل افضل است نہ واجب۔ لیکن ایں قدر را گناہ نتواں گفت، کہ بسببِ آں بتشنیع امیر معاویہؓ پیش آییم و ایں طرف امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ را از اجلّۂ صحابہ نمی شماریم کہ بنسبتِ ترکِ افضل و اولیٰ ہم دریں چنیں امور معذور نداریم

حالِ یزید پس از وفاتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔

بارے پس از انتقالِ ایشاں یزید پای خود از شکم برآورد و دل بکام و دست بجام سپرد۔ اعلانِ فسق نمود و ترکِ صلوٰۃ داد۔ بحکمِ بعض مقدماتِ سابقہ قابلِ

سے زیادہ بات آگے نہیں بڑھتی کہ انہوں نے افضل کو چھوڑ دیا جیسا کہ گذشتہ مقدمات[1] میں واضح ہو گیا کہ افضل کا خلیفہ بنانا افضل ہے نہ کہ واجب۔ لیکن اتنی بات سے کہ باعث ترکِ افضل کا ان پر گناہ نہیں تھوپا جا سکتا کہ امیر معاویہؓ کے ساتھ کلام کی سختی سے ہم پیش آئیں اور پھر ہم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو[2] جلیل القدر صحابہ میں شمار نہیں کرتے ہیں کہ افضل اور اولیٰ کو ترک کرنے کے باعث ان جیسے معاملات میں ہم ان کی طرف سے معذرت پیش کریں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کی حالت

ہاں ان کے انتقال کے بعد یزید کے پر پرزے نکلنے شروع ہو گئے اور دل کو خواہشِ نفس اور ہاتھ کو جامِ شراب کے سپرد کیا۔ فسق کھلم کھلا کرنے لگا اور نماز چھوڑ دی۔ بعض سابقہ تمہیدوں کی بنا پر قابل

---

[1] یعنی افضل کو کم مرتبہ مقرر کرنا خلیفہ اچھا ہے، واجب نہیں ہے۔ مترجم

[2] یعنی ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح کے جلیل القدر صحابہ میں سے شمار نہیں کرتے کہ ترکِ اولیٰ کی بنا پر ان کی طرف سے ہم معذرت پیش کریں۔ مترجم

عزل گردید و این قسم تحول احوال گفته آمده امر ممکن است محال نیست مگر درین وقت رای اہل رای و تدبیر مختلف افتاد۔ کسی را که اندیشه فتنه و فساد غالب افتاد ناچار دست به بیعتش بکشاد و احتراز عن المعصیه شرط اتباع معروف درمیان نهاد وآں را که بوعده یک جماعت کثیرو مثلاً اسباب غلبه و رجاء شوکت بنظر آمد حسبةً لله برخاست و تهیه کارزار ساخت۔ پس هرچه حضرت عبد الله بن عمرؓ و امثال ایشاں کردند نیکو کردند و آنچه حضرت سید الشهداءؓ نمودند عین حق و صواب نمودند۔

بناء این اختلاف بر اختلاف اُمید است در اختلاف در جواز اصل فعل و عدم جواز آں مگر انجام کار بوجه نقض عهد کوفیاں تدبیر حضرت سید الشهداء علیه السلام

کر دینے کے قابل ہو گیا۔ اور یزید کے اس قسم کے حالات کی تبدیلی کا بیان کرتا آیا ہوں کہ ممکن ہے محال نہیں۔ مگر اس وقت اہل رائے اور اہل تدبیر کی رائے مختلف ہو گئی۔ جس کسی کو فتنہ و فساد کا اندیشہ غالب آیا اُس نے مجبوراً بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا اور معصیت سے بچنے کے لئے نیکی کی پیروی کرنے کی شرط کو درمیان میں رکھا لیکن جس شخص یعنی حضرت امام حسینؓ کو بڑی جماعت کے[1] وعدے پر غلبہ اور شوکت کی امید نظر آئی وہ اللہ کے لئے کھڑا ہو گیا اور جنگ کا عزم کر لیا۔ پس جو کچھ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور ان جیسوں نے کیا وہ بجا کیا اور جو کچھ حضرت سید الشہداء (امام حسینؓ) نے کیا وہ بالکل حق اور صواب کیا۔

اس اختلاف کی بنیاد امید غلبہ و عدم غلبہ کے اختلاف پر ہے، نہ کہ اصل فعل کے جائز اور ناجائز ہونے کے اختلاف پر۔ مگر انجام کار کوفیوں کی وعدہ خلافی کی وجہ سے حضرت سید الشہداء

---

[1] یعنی اہل کوفہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور یزید کے خلاف اٹھنے کا پیغام بھیجا تھا۔ مترجم

بر ایشاں تلخ گشت و روز عاشورہ قیامت قبل از قیامت در میدانِ کربلا برخاست۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حادثۂ کربلا چوں غزوۂ اُحد و حنین

و ایں قسم بر ہمیں کار نہ فقط حضرت سید الشہداء را علیہ السلام پیش آمد در جہاد ایں چنیں اکثر پیش می آید۔ واقعہ اُحد و حنین نشنیدہ باشی۔ پس چنانکہ شہیدانِ اُحد و حنین بدرجۂ شہادت رسیدہ اند

(امام حسین) علیہ السلام کی عمر تلخ ہو گئی، اور دس محرم کو قیامت سے پہلے میدانِ کربلا میں قیامت برپا ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

کربلا کا حادثہ اور غزوۂ اُحد و حنین

اور اس قسم کی صورت حال نہ صرف سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کو پیش آئی بلکہ جہاد میں اس طرح کی صورت اکثر پیش آتی ہے۔ اُحد و حنین کا واقعہ تم نے کیا نہ سنا ہوگا۔ پس جس طرح کہ اُحد[1] و حنین[2] کے شہداء شہادت کی چوٹی پر پہنچ چکے

---

[1] غزوۂ اُحد ۳ھ میں ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پچاس تیر اندازوں کو ایک ٹیلے پر کھڑا کر دیا اور فرمایا تم کسی صورت میں بھی یہاں سے نہ ہٹنا۔ جنگ شروع ہوئی مسلمان کامیاب ہو گئے اور کفار بھاگ گئے۔ اکثر تیر اندازوں نے دیکھا کہ اب تو فتح ہو گئی، وہاں سے ہٹ گئے۔ خالد بن ولید کفار کے کمانڈر تھے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے مورچے کو خالی دیکھا تو لوٹ کر حملہ کیا۔ ستر مسلمان صحابہ شہید ہو گئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک گڑھے میں گر گئے۔ دندان مبارک شہید ہو گئے۔ شہرت کر دی گئی کہ حضورؐ شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کے ہوش بجا نہ رہے۔ پھر حضورؐ نے پکارا میں یہیں ہوں۔ صحابہ کو ہوش آیا۔ پھر منظم ہو کر لڑے اور فتح ہوئی۔ کفار بھاگ گئے۔ مترجم

[2] غزوۂ حنین ۸ھ میں مکہ فتح ہونے کے بعد ہوا۔ ہوازن۔ ثقیف کے دو مشرک قبیلوں نے مضر اور بنی ہلال کو ساتھ ملا کر چار ہزار بہادروں کے ساتھ وادی حنین میں مکے کے مشرق میں پڑاؤ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار کا لشکر لے کر (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

وازاں بر ہیچ کار نقل در فضائل
ایشاں را نیافت۔ بچنیں
شہیدان کربلا را باید شناخت۔
وایں وقتی است کہ بعد از
استخلاف امیر معاویہ رضی اللہ
عنہ یا بیعت مردم یا تسلط
او خلافتش را عام و شامل شمارند
واگر بایں قدر کہ بوقوع آمد، فقط
باعتقاد مطلق خلافت او قائل
شوییم و عموم و شمول خلافتش را
تسلیم نکنیم و گوییم کہ حضرت امام
حسین رضی اللہ عنہ و اتباع
ایشاں از ربقۂ اطاعت او
ہنوز خارج بودند، حاجت عزل
ہیچ نیست و ایشاں را در خروج

ہیں اور اس حصے ان شہدا کے فضائل
میں کوئی نقل نہیں پایا۔ اسی طرح کربلا کے
شہیدوں کو پہچاننا چاہیئے اور یہ اس وقت
ہے جب کہ بعد امیر معاویہ رضی اللہ
عنہ کے یزید کو خلیفہ بنانے یا لوگوں کی
بیعت یا یزید کے تسلط کے وقت اس
کی خلافت کو عام اور شامل سمجھیں اور
اگر اسی قدر سے جو کہ ظہور میں آیا فقط
اس کی مطلق خلافت کے معتقد ہو جانے
کے ہم قائل ہو جائیں اور اس کی خلافت
کے عام ہونے اور سب لوگوں پر شامل ہونے
کو تسلیم نہ کریں اور کہیں کہ حضرت امام
حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اس
کی اطاعت کے دائرے سے ابھی تک
خارج تھے تو پھر یزید کو معزول کرنے کا سوال

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) بھگتے سے آگے بڑھے۔ جن میں دس ہزار مدینے کے مجاہد اور دو ہزار مکے کے نومسلم اور اتنی ہی معاہد مشرک تھے۔ مسلمانوں کے دلوں میں اپنی کثرت پر ناز پیدا ہو گیا۔ دشمن گھاٹیوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ انہوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ اتنے میں معاہد مشرکین اور نو مسلم میں بھگدڑ مچ گئی۔ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انصار اور مہاجرین کو پکارا۔ اور یکجا ہو کر حملہ کیا۔ دشمنوں کے ستر آدمی مارے گئے اور مسلمان صرف چار شہید ہوئے۔ غرض ابتری کے بعد فتح ہوئی۔ مترجم

پدید نمی‌آید و ایں فرقِ انعقادِ[1] مطلق و عمومِ نفاذ ہر چند امروز کم‌فہماں نفہمند مگر بتتبعِ معاملاتِ سابقین واضح است کہ بیعت ہر کس را از اہلِ حل و عقد فقط موجبِ اطاعت در حقِ او و در حقِ خدمِ او می‌شمردند ورنہ حاجتِ بیعتِ حضرت علیؓ و اہتمام ہماں بردستِ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما چہ بود و ہمچنیں یزید بعد بیعتِ اہلِ شام و دیگر اہلِ حل و عقد خواستگارِ بیعت از حضرت حسینؓ و عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ و دیگر رضوان اللہ علیہم نشدی۔

مدارِ کار بر نیت چوں ایں قدر دانستہ شد دیگر معلوم باد کہ مدارِ کار بر نیت است بشہادۃ:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

آتی پیدا نہیں ہوتا اور امام حسینؓ کو یزید کے خلاف اٹھنے پر کوئی دغدغہ نہیں اور یہ انعقادِ مطلق اور عمومِ انعقاد کے فرق کو اس زمانے میں کم فہم لوگ ہر چند نہ سمجھیں گے لیکن اگلے لوگوں کے معاملات کی تحقیق سے واضح ہے کہ اہلِ حل و عقد میں سے شخص کی بیعت کو اس کے اور اس کے نوکر چاکر کے حق میں بیعت خیال کرتے تھے ورنہ حضرت علی کی بیعت کی ضرورت اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر اس بیعت کے اہتمام کی کیا ضرورت تھی اور اسی طرح یزید اہلِ شام کی بیعت اور دوسرے اہلِ حل و عقد کی بیعت کے بعد حضرت حسینؓ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور دیگر صحابہؓ کی بیعت کا طالب نہ ہوتا۔

نیت پر دار و مدار جب اتنی بات معلوم ہو گئی تو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ کسی کام کا ہونا نیت پر موقوف ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ "اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے"

---

[1] انعقادِ مطلق اور عمومِ نفاذ میں فرق یہ ہے کہ انعقادِ مطلق لیاقتِ اولیٰ یعنی قرشیت کی بنا پر بھی ہو جاتا ہے اور عمومِ انعقاد صحیحہ میں لیاقتِ ثانیہ یعنی قرشیت اور علم اور تقویٰ کی بنا پر ہوتا ہے۔ مترجم

و خوبی نیت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ قابل آں نیست کہ در آں تردد کردہ آید۔ آمدیم صورت در شہادت حضرت امام علیہ السلام چہ تردد، یزید در حق اوشاں خلیفہ نبود، و نہ خروج بر او ممنوع۔ و اگر خلیفہ بود تاہم خروج ممنوع نبود و اگر خروج ممنوع بود، دفع قتل ممنوع نبود۔ بالجملہ وجوہ مانعت مفقود و موجبات جہاد موجود۔ و در حسن نیت کلام نیست۔ باز اگر اوشاں شہید نشوند دیگر کدام خواہد بود۔

اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا حسنِ نیت اس قابل نہیں ہے کہ اس میں شبہ کیا جائے! اس صورت میں حضرت امام علیہ السلام کی شہادت میں کیا تردد ہو سکتا ہے۔ نہ تو یزید[1] ان کے حق میں خلیفہ تھا، نہ اس کے خلاف اٹھنا ناجائز تھا، اور اگر خلیفہ بھی ہوتا تو پھر بھی خروج[2] ناجائز نہ تھا۔ اور اگر خروج ممنوع بھی ہوتا تو دفعِ قتل تو ممنوع نہ تھا۔ الحاصل ممانعت کی وجوہات تو موجود نہیں اور موجبات جہاد موجود تھیں اور (امام حسینؓ) کی نیت کی اچھائی میں شبہ نہیں ہے۔ پھر اگر وہ بھی شہید نہ قرار دیئے جائیں تو پھر اور کون شہید کہلائے گا۔

وجہ دیگر شہادت

از این ہم در گذشتیم۔ اگر موجبات جہاد نبودند اوشاں نیز از قصد جہاد باز آمدہ می خواستند کہ براہ خود روند۔ لشکریان یزید پیش نگذاشتند و محاصرہ کردند قتل شہید ساختند۔

شہادت امام حسینؓ کی دوسری وجہ

چلو اس دلیل کو بھی جانے دو۔ اگر موجبات جہاد موجود نہ تھے تو امام حسینؓ بھی جہاد کے ارادے سے دستکش ہو کر چاہتے تھے کہ وہ اپنی راہ لیں۔ لیکن یزید کے سپاہیوں نے انہیں نہیں چھوڑا اور گھیر کر قتل کر کے شہید کر دیا (اور حدیث کے مطابق شہید ہوئے)

---

[1] یعنی یزید حضرت امام حسینؓ کی نظر میں خلیفہ نہ تھا۔ مترجم۔ [2] چونکہ حضرت امام حسینؓ، یزید کو خلیفہ ہی نہیں مانتے تھے لہٰذا ان کے خلاف جہاد کرنا ممنوع نہ تھا۔ مترجم۔

مَنْ قُتِلَ دُوْنَ عِرْضِہٖ وَ مَالِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ۔

اجماع بیعت یزید و جواب آں

باقی ماند کہ ایشاں مخالفت اجماع کردہ اند۔

جوابش اینست کہ اوّل اجماع مسلّم نیست اگر باشد عدم مخالفت باشد۔ باین ہمہ اجماع بر عدم جواز خروج بر فاسق است۔ و معنی آں ہر چہ ہست عرض کردہ شد۔ اذا اجماع بر عدم جواز خروج بر نفس فسق لازم نمی آید کہ خصوصیت زائدہ مراتب ایں کلی مشکک نیز موجب خروج نتواں شد۔ باین ہمہ اجماع غیر مسلّم وقتیکہ حضرات حسنین رضوان اللہ علیہما و عبد اللہ بن زبیرؓ و اہل مدینہ کاری کردہ باشند مخالفت آں را مجمع علیہ چگونہ تواں گفت۔ و اگر بالفرض اجماع

"جو شخص اپنی عزت اور مال کی حفاظت میں مارا جائے تو وہ شہید ہے۔"

یزید کی بیعت پر اجماع کا دعویٰ اس کا جواب

باقی رہی یہ بات کہ امام حسینؓ نے یزید کی مخالفت کر کے اجماع کی مخالفت کی

اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو یہ اجماع ہی تسلیم نہیں اگر کچھ ہے تو وہ (صحابہؓ کی) عدم مخالفت ہے۔ اس کے باوجود "فاسق خلفاء کے خلاف اٹھنے کے ناجائز ہونے پر اجماع ہے" اس کے معنی جو کچھ ہیں عرض کر دیئے گئے ہیں۔ نفس فسق کے خلاف خروج کے ناجائز ہونے پر اجماع سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کلی مشکک کے درجات کی خصوصیات زائدہ بھی خروج کا موجب نہیں ہو سکتیں۔ ان سب باتوں کے باوجود بھی اجماع مسلّم نہیں جس وقت حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اور عبد اللہ بن زبیرؓ اور اہل مدینہ نے کوئی کام کیا ہو اس کام کے مخالف کو مجمع علیہ کس طرح کہ سکتے ہیں اور اگر بالفرض ہم اجماع کو تسلیم کر لیں

اجماع ما تسلیم نکنیم آں اجماع اگر منعقد گردید بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ منعقد گردید۔ مخالفت ایں اجماع حضرت امام رضی اللہ عنہ را چہ مضرت غایۃ ما فی الباب امام ہمام علیہ السلام در زمان خود دریک مسئلہ مختلف فیہ خطا کردہ و لا محذور فیہ چنانچہ عرض کردہ شد۔

تو وہ اجماع اگر منعقد ہوا ہی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد منعقد ہوا۔ اس اجماع کی مخالفت، حضرت امام حسینؓ کو مضر نہیں پڑتی۔ زیادہ سے زیادہ اس بارے میں امام حسین علیہ السلام نے اپنے زمانے میں ایک اختلافی اجتہادی مسئلے میں خطا کی[1] اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں، جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے۔

عبارت امام نوویؒ

اکنوں وقت آں است کہ عبارت نوویؒ دریں بارہ نقل کردہ شود تا تفصیل اجمال و تصدیق ایں مقال بدست آید (امام نووی گوید) اجمع اہل السنۃ ان لا ینعزل السلطان بالفسق و اما الوجہ المذکور فی کتب الفقہ لبعض اصحابنا انہ

امام نوویؒ کا اجماع بیعت پر نظریہ

اب وہ مقام آ پہنچا ہے کہ امام نووی کی عبارت اس بارے میں نقل کر دی جائے تاکہ اس اجمال کی تفصیل اور اس قول کی تصدیق مل جائے۔ امام نووی لکھتے ہیں اہلِ سنّت نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ سلطان فسق کی وجہ سے معزول نہیں ہو جاتا، اور اس کی وجہ بعض احناف کی کتب فقہ میں بیان کی گئی

---

[1] حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے یہ فرما کر کہ زیادہ سے زیادہ امام حسینؓ کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے یزید کے خلاف اقدام اجتہادی غلطی کی، یہ بالفرض کہا ہے۔ ورنہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ انہوں نے اس کے خلاف جو کچھ کیا، وہ درست کیا، اور آخر مقام شہادت پایا۔ مترجم

ينعزل وحكي عن المعتزلة فغلط من قائله مخالف الاجماع - قال العلماء وسبب عدم انعزاله وتحريم الخروج عليه ما يترتب على ذلك من الفتن واراقة الدماء وفساد ذات البين فتكون المفسدة في عزله اكثر منها في بقائه -

قول العياض | قال القاضي عياضؒ اجمع العلماء على ان الامامة لا تنعقد لكافر وعلى انه لو طرء عليه الكفر انعزل قال

ہے۔ وہ فاسق سلطان خود معزول ہو[1] جاتا ہے اور یہ بات معتزلہ کی طرف سے بیان کی گئی ہے تو یہ اس[2] قائل کی غلطی ہے اور اجماع کے خلاف ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ اس کے معزول نہ ہونے اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کی حرمت کا سبب وہ فتنے خونریزیاں اور باہمی فسادات ہیں جو اس پر مرتب ہوتے ہیں اس لئے اس کے معزول کرنے میں اس کو باقی رکھنے کی نسبت فساد زیادہ ہے۔

قاضی عیاض کا قول | قاضی عیاضؒ نے کہا ہے کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر[3] امام نہیں ہو سکتا، اور اس بات پر کہ اگر اس پر کفر طاری ہو گیا، تو وہ معزول ہو جائے گا (پھر قاضی عیاض نے)

---

[1] یعنی معزول نہ کرنے کے باوجود بھی وہ معزول سمجھا جائے۔ کیونکہ اس میں خلافت کی اہلیت کا فقدان ہے۔ مترجم۔ [2] یعنی خلیفہ جو پہلے ہدایت پر تھا اور عادل و متقی تھا۔ بعد ازاں اس پر فسق طاری ہو گیا تو وہ خلافت سے معزول نہیں ہوگا۔ لہٰذا جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ اجماع کے خلاف کہتا ہے جیسا کہ بعض اصحاب حدیث نے کہا ہے۔ مترجم۔ [3] یعنی اگر ابتداءً کوئی شخص کافر ہو تو اس کی خلافت منعقد نہیں ہوتی، اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر بعد میں کفر طاری ہو گیا تو وہ خود معزول ہو جائے گا۔ مترجم

وكذا لو ترك إقامة الصلوٰة والدعاء عليها۔ قال وكذلك عند جمهورهم البدعة قال وقال بعض البصريين تنعقد له وتستدام له لانه طارئ قال القاضي فلو طرأ عليه كفر وتغيير للشرع او بدعة خرج عن حكم الولاية وسقطت طاعته ووجب على المسلمين القيام عليه وخلعه ونصب امام عادل ان امكنهم ذلك۔ فان لم يقع ذلك الا لطائفة وجبت عليهم القيام بخلع الكافر ولا يجب في المبتدع الا اذا ظنوا القدرة عليه فان

کہا۔ یہی حکم اس وقت ہے جبکہ خلیفہ نماز کی پابندی اور نماز کی دعوت چھوڑ دے۔ پھر کہا اور یہی حکم جمہور علماء کے نزدیک ارتکاب بدعت کا بھی ہے اور بقول قاضی عیاض بعض بصرے والوں نے کہا۔ اس کے لئے بھی خلافت منعقد ہو جاتی ہے اور ہمیشہ رہتی ہے کیونکہ وہ بدعت[1] بعد میں طاری ہوئی ہے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ اگر خلیفہ پر کفر طاری ہو جائے اور شریعت میں تبدیلی یا بدعت کا ارتکاب کرے تو اس کے حکم سے خارج ہو جائے گا اور اس کی اطاعت ساقط ہو جائے گی اور مسلمانوں پر اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا فرض ہوگا اور اس کی خلافت کی گدی سے نکال پھینکنا اور عادل امام کو قائم کرنا، اگر یہ ان کے لئے ممکن ہو سکے واجب ہو جائے گا۔ پس اگر یہ واقع نہ ہو مگر ایک گروہ کے لئے تو ان پر کافر کو ہٹانے کے لئے کھڑا ہو جانا تو واجب ہے اور بدعتی کے بارے میں واجب نہیں ہے

---

[1] یعنی اگر وہ ابتداءً بدعتی ہے تو اس کی امامت منعقد نہیں ہوگی۔ اور اگر بعد میں وہ بدعتی ہو گیا تو خود بخود معزول ہو جائے گا۔ لیکن بعض علماء بصرہ کے خیال مطابق اس کی امامت منعقد بھی ہو جائے گی اور آئندہ بھی برقرار رہے گی۔ مترجم

تحققوا العجز لم يجب القيام ويهاجر المسلم من ارضه الى غيرها ويفر بدينه قال ولا ينعقد للفاسق ابتداءً فلو طرأ على الخليفة فسق قال بعضهم يجب خلعه الا ان يترتب عليه فتنة وحرب۔	مگر جب ان کو اس پر قدرت کا گمان غالب[1] ہو، اگر نہیں بلکہ عجز کا یقین ہو تو اس کے معزول کرنے کیلئے کوشش کرنا واجب نہیں اور مسلمانوں کو اپنی سرزمین سے ہجرت کر جانی چاہئے اور اپنے دین کو بچا لینا چاہئے قاضی نے کہا کہ فاسق کی خلافت ابتداء میں منعقد نہیں ہوتی۔ ہاں بعد میں اگر خلیفہ پر فسق طاری ہو جائے تو بعض نے کہا اس کو علیحدہ کر دینا واجب ہے مگر اس صورت میں نہیں کہ فتنہ اور جنگ کا اندیشہ ہو۔
قول جماہیر سنت از فقہاء ومحدثین و متکلمین	**جماہیر سنت فقہاء، محدثین اور متکلمین کا قول**
قال جماهير اهل السنة من الفقهاء والمحدثين والمتكلمين لا ينعزل بالفسق والظلم وتعطيل الحقوق ولا يخلع ولا يجوز الخروج عليه بذلك بل يجب وعظه وتخويفه للاحاديث الواردة في ذلك	جمہور اہل سنت فقہاء، محدثین اور متکلمین نے کہا کہ فسق، ظلم، حقوق کے معطل کرنے کے باعث امام معزول نہ ہوگا اور نہ ہی ہٹایا جائے اور اس کی وجہ سے اس کے مقابلے کے لئے کھڑا ہونا جائز نہیں۔ بلکہ اس کو نصیحت کرنا واجب ہے اور تنبیہ کرنا ضروری ہے ان احادیث کی روشنی میں جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں۔

---

[1] کافر کو ہٹانا ضروری ہے خواہ کچھ ہی ہو لیکن مبتدع کو ہٹانے کی قدرت کا ظن غالب ہو تو حکم

قال القاضی وقد ادعی ابوبکر بن مجاهد فی هذا الاجماع وقد رد علیهم بقیام الحسین و ابن الزبیر و اهل المدینة علی بنی امیة و بقیام جماعة عظیمة من التابعین و صدر الاول علی الحجاج مع ابن الاشعث و تاول هذا القائل قوله "ان لا ننازع الامر اهله" فی ائمة العدل و حجة الجمهور ان قیامهم علی الحجاج لیس بمجرد الفسق بل لما غیر الشرع و ظاهر من الکفر۔ قال القاضی وقیل ان هذا الخلاف کان اولا ثم حصل الاجماع علی منع الخروج علیهم والله اعلم انتهی بلفظه۔

پس از مطالعه این عبارت

قاضی عیاض نے کہا کہ ابوبکر بن مجاہد نے اس بارے میں اجماع کا دعوی کیا ہے اور امام حسینؓ اور ابن زبیرؓ اور اہل مدینہ کے بنی امیہ کے خلاف کھڑے ہونے کا ان پر رد کیا ہے، اور تابعین کی ایک بڑی جماعت، اور صدر اول کے لوگوں کے حجاج کے مقابلے میں ابن اشعث کے ساتھ کھڑے ہونے کی بھی تردید کی ہے۔ اور اس کہنے والے نے آپ کے ارشاد کی بھی تاویل کی ہے کہ "ہم اہل امر سے کسی امر میں تنازع نہیں کریں گے" (یعنی) عادل اماموں کے بارے میں تنازع نہیں کریں گے۔ اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ حجاج کے خلاف کھڑا ہونا محض اس کے فسق کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس وجہ سے تھا کہ اس نے شریعت کو بدل دیا تھا اور کفر کا مظاہرہ کیا تھا۔ قاضی نے کہا کہ کہا گیا ہے کہ یہ اختلاف اول اول میں تھا۔ پھر ان کے خلاف خروج کی ممانعت پر اجماع حاصل ہو گیا واللہ اعلم۔ ان کا کلام بلفظہ ختم ہوا۔

اس عبارت کے مطالعہ کے بعد

تصدیق اکثر مقدمات مذکورۂ حاصل
مے شود۔ بالجملہ بر اصول اہل
سنت حال یزید بنسبت سابق
متبدل شد۔ نزد بعض کافر
شد۔ و نزد بعض کفر او متحقق
نگشت۔ اسلام سابق مخلوط
بفسق لاحق شد۔ اگر حضرت
امام کافرش پنداشتند در
خروج بر او چہ خطا کردند۔
امام احمد را ہمیں رای پسند
خاطر افتاد۔ و گو چنانکہ ممکن
است کہ کفر کسی نزد یکے متحقق
شود و نزد دیگراں نشود ۔
ہمچنیں خروج بود در حق ایں و
آں مختلف خواہد بود و اتفاق در
تکفیر و تفسیق و تعدیل و تجریح
کسی از ضروریات دینی یا از
بدیہیات عقلی نیست کہ
حاجت معذرت افتد۔ و در
صورت فسق آنچہ پیش کردہ ام

کے بعد مذکورہ اکثر مقدمات کی تصدیق
حاصل ہو جاتی ہے۔ بالجملہ اہل سنت
کے اصول پر یزید کا حال پہلے کی
بہ نسبت بدل گیا تھا۔ بعض کے نزدیک
کافر ہو گیا اور بعض کے نزدیک اس کا
کفر تحقیق میں نہیں آیا۔ سابق اسلام
بعد میں آنے والے فسق کے ساتھ مل گیا
اگر حضرت امام نے اسے کافر جانا تو اس
کے خلاف اٹھنے میں کیا خطا کی۔ امام
احمدؒ کو بھی یہ رائے پسند آئی ہے۔ مگو جیسا کہ
ممکن ہے کہ کسی شخص کا کفر ایک عالم
کے نزدیک تو ثابت ہو جاتا ہے۔ لیکن
دوسروں کے نزدیک نہیں ہوتا۔ اسی
طرح اس کے خلاف اٹھنا۔ اِس کے
اور اُس کے حق میں مختلف ہو جائے گا،
اور کسی کی تکفیر و تفسیق اور تعدیل و
تجریح میں اتفاق ہونا دینی ضروریات
یا عقلی بدیہیات میں سے نہیں ہے کہ
عذر کرنے کی ضرورت پیش آئے اور فسق
کی صورت میں جو کچھ کہ میں نے پیش کیا

یاد خواہد بود - تاہم ہیچ صورتی بر اصول اہل سنت نیست - چہ یزید اندریں صورت یا فاسق معلن بود، تارک صلوۃ وغیرہ یا مبتدع بود، چہ از رؤسای نواصب است. بایں ہمہ عموم خلافتش غیر مسلّم.

نظر بریں وجوہ بسیار ملفوظات سابقہ در خروج بروے ہیچ قباحتے نے. بایں ہمہ خروج برچنیں کساں تا حال نزد ہمہ جائز. و اگر نزد ہمہ جائز نیست نزد بعض جائز - چنانچہ از مشاہدۂ عبارت نووی واضح است و در مسائل مختلف خلاف یکی مر دیگراں را موجب تفسیق اوشاں

ہے نہیں یاد ہوگا۔ تاہم اہل سنت کے اصول پر کوئی دشواری باقی نہیں رہتی ہے کیونکہ یزید اس صورت میں یا کھلا فاسق تھا نماز کا ترک کرنے والا وغیرہ یا بدعت کا مرتکب تھا کیونکہ وہ ناصبیوں کے سرداروں میں تھا۔ ان سب باتوں کے پیش نظر اس کی عام خلافت کا بننا مسلم نہیں۔

ان دلائل کے پیش نظر سابقہ ملفوظات کو ذہن میں رکھتے ہوئے یزید کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے میں کوئی قباحت نہیں ہے اور ان سب باتوں کے باوجود ایسے لوگوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا اب تک سب کے نزدیک جائز ہے۔ اور اگر اختلاف کی بنا پر سب کے نزدیک جائز نہیں تو بعض کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ نووی کی عبارت کے مطالعہ سے واضح ہے اور اختلافی

---

[1] نواصب وہ لوگ ہیں جو حرام چیزوں کو اپنے نفسانی دلائل کے باعث حلال سمجھتے۔ جیسا کہ یزید بھی شراب پیتا تھا اور اس کو حلال سمجھتا ہوگا۔ آج کل کے شرابی بھی کہنے لگے ہیں کہ شراب کی حرمت کا قرآن کریم میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ محض عمل الشیطان سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ مترجم

آں باء و بطلانِ اعمال او عند اللہ نزد اوشاں ثابت شد۔ چنانچہ دانستہ شد۔ و اگر فرض کنیم بعدم جواز خروج بر چنیں کساں اجماع است، اجماع حادث است، اجماعِ قدیم نیست تا در اصولِ اہلِ سنت در شہادتِ امام ہمام تردد می راہ یابد۔ زیادہ از زیادہ اگر کسی گوید ایں بگوید کہ حضرت امام دریں مسئلہ خطا کردند لیکن چہ حرج المجتہد یخطی ویصیب بنای ثواب بر نیت خطای اجتہادی دریں بارہ مزاحم حال نمی شود۔ چنانچہ در اصولِ اہلِ سنت مصرح است و حکم واضح است چہ اگر قبل غروب روزہ افطار کرد تا نماز مغرب بخواند

مسائل میں ایک شخص[1] کا دوسرے سے اختلاف کرنا اس کا سبب نہیں ہو سکتا کہ وہ دوسرے لوگ اس اختلاف کرنے والے کو فاسق قرار دیں اور اس کے اعمال کو عند اللہ باطل ٹھہرائیں جیسا کہ جانا گیا اور اگر ہم یہ بھی فرض کر لیں کہ اس جیسے لوگوں کے خلاف اٹھنے کے ناجائز ہونے پر اجماع ہے تو وہ اجماع بعد کا ہے قدیم اجماع نہیں کہ اہل سنت کے اصول پر امام حسین کی شہادت میں کوئی شک کی گنجائش ہو سکے۔ زیادہ سے زیادہ اگر کوئی کہہ سکتا ہے تو یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت امام نے اس مسئلہ میں غلطی کی۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے کیونکہ مجتہد سے غلطی بھی ہوتی ہے اور درستی بھی اس بارے میں خطائے اجتہادی کی نیت پر بھی ثواب کا ملنا مزاحم حال نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ اہل سنت کے اصول میں

---

[1] اگر اکثریت کے اتفاق کے خلاف کسی مسئلے میں کسی ایک صاحب الرائے نے اختلاف کیا تو اکثریت سے اختلاف کرنے والے کو نہ فاسق کہا جا سکتا ہے اور نہ اللہ کے یہاں اس کا اجتہادی عمل بیکار جائے گا جیسا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے تنہا ہو کے مسئلہ یزید کی مخالفت کی۔ مترجم۔

و چون آفتاب غروب نشدہ بود، وی کہ تا آخر عمر بر خطای خود اطلاع نشد ہرگز عاقل تجویز نے تواں کرد کہ از ثواب محروم ماند ورنہ تکلیف ما لا یطاق لازم خواہد آمد و ہو محال لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا ۔

تصریح کے موجود ہے اور یہ امر واضح بھی ہے، اس لئے کہ سورج غروب ہونے کے گمان میں اگر کسی نے روزہ افطار کر لیا یہاں تک کہ نماز مغرب بھی پڑھ لی، اور ابھی تک سورج غروب نہیں ہوا تھا اور اس شخص کو عمر کے آخر حصے تک اپنی خطا پر اطلاع نہیں ہوئی تو کوئی عقلمند یہ فتویٰ نہیں لگا سکتا کہ وہ ثواب سے محروم رہا۔ ورنہ ایسی تکلیف جس کی طاقت نہ ہو لازم آئے گی اور وہ محال ہے کیونکہ اللہ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

آری بر طبق اصول شیعہ شہادت حضرت امام الشہداء رضی اللہ عنہ درکنار دین و ایمان شان ہم از دست شدہ بود۔ نعوذ باللہ منہا۔ اگر باور نباشد بنگر کہ در کافی کلینی[1] روایاتست دریں باب کہ ہرکرا تقیہ نیست دین و ایمان ندارد وارد شدہ اند مع سند نقل مے کنم۔

ہاں شیعہ صاحبان کے اصول کے مطابق حضرت امام الشہداء رضی اللہ عنہ کی شہادت ان کے دین و ایمان کے ساتھ ساتھ ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ نعوذ باللہ منہا اگر یقین نہ ہو تو دیکھ لو کہ کافی کلینی[1] میں اس بارے میں روایات موجود ہیں کہ جو شخص تقیہ نہ کرے اس کا دین و ایمان نہیں ہے۔ میں ان روایات کو مع سند کے نقل کرتا ہوں۔

اول: عن ابن عمر عن

پہلی روایت: ابن عمر سے انہوں نے

---

[1] شیعہ حضرات کی مشہور کتاب۔ مترجم

هشام بن سالم عن ابن
ابی بکر الاعجمی قال
قال ابو عبد اللہ یا ابا
عمر ان تسعة اعشار الدین
فی التقیة ولا دین لمن لا تقیة
له والتقیة فی کل شیء حتی
فی المسح علی الخفین۔

روایت دیگر: عن محمد
بن یحیی عن احمد بن
محمد بن عمر بن خلاد
قال سالت ابا الحسن
علیه السلام عن القیام
للولاة فقال ابو جعفر
التقیة دینی ودین آبائی
ولا ایمان لمن لا تقیة
له۔

ازیں دو روایت مثل آفتاب
روشن می برآید کہ ہر کہ تقیہ نکند
بی دین و ایمان است۔

اکنون از حضرات شیعہ التماس
است کہ اگر ہمیں تقیہ است حسین
نا آنحضرت امام الشہداء معلوم

ہشام بن سالم سے انہوں نے ابو بکر
اعجمی سے روایت کی۔ ابو بکر نے کہا
کہ ابو عبد اللہ نے کہا کہ اے ابا عمر!
نو حصے دین تقیہ میں ہے اور
جس کا تقیہ نہیں اس کا دین نہیں اور
تقیہ ہر چیز میں ہے حتی کہ چمڑے کی
جرابوں پر مسح میں بھی ہے

دوسری روایت: محمد بن یحیی
سے انہوں نے احمد بن محمد بن عمر بن
خلاد سے روایت کی۔ کہا۔ میں نے
حضرت علی علیہ السلام سے حکام کے
لئے اکرامًا کھڑے ہونے کے بارے میں
پوچھا تو ابو جعفر نے فرمایا۔ "تقیہ میرا
اور میرے باپ دادا کا دین ہے اور
جس کا تقیہ پر اعتقاد نہیں اس کا
ایمان نہیں۔

ان دو روایتوں سے آفتاب کی
مانند روشن ہو جاتا ہے کہ جو شخص تقیہ نہ
کرے بے دین و ایمان ہے۔

اب حضرات شیعہ سے گزارش
ہے کہ اگر تقیہ یہی ہے تو پھر تو امام حسین
رضی اللہ عنہ کا ایمان پر خطر معلوم ہے

چہ جائیکہ شہادت - و ظاہر است
کہ دریں دو روایت ہیچ گونہ گنجائش
تاویل یا تخصیص نیست - اگر
تاویل فرمایند یا تخصیص بعددی و کسی
نمایند مسموع نخواہد بود - اکنون
ازیں چارہ نیست کہ مذہب
اہل سنت اختیار کنند - و اگر
از اتباع حق عار و انکار است
لاجرم از ائمہ دوازدہ گانہ کل
یازدہ باقی نخواہند ماند - و دریں
صورت انکار از حق و اصرار بر
مذہب باطل لاجرم خواہد آمد - چہ
حضرت امام را دریں تضییق و
ناچاری کہ بمقابل سی ہزار فوج جرار
چند معدود بودند و آنہم یکی بعد
دیگرے شربت شہادت چشیدند
تقیہ لازم بود - اگر اول امر امید بود
در آخر وقت کہ ہیچ کس نماند تقیہ
لازم افتادہ بود -

ہمیں آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

وجواب دیگر انشاء اللہ تعالیٰ

شہادت تو کہاں - ورنہ ظاہر ہے کہ ان
روایات میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص
کی گنجائش نہیں ہے - اگر وہ تاویل
کریں یا کسی شخص اور عدد کی تخصیص کریں
تو قابل سماعت نہ ہوگی - اب اس
کے سوا چارہ نہیں ہے کہ اہل سنت کا
مذہب اختیار کریں - اور اگر حق کی
پیروی سے انہیں شرم آتی ہے یا انکار
ہے تو پھر تو یقیناً بارہ اماموں میں سے
کل گیارہ رہ جائیں گے - اور اس
صورت میں حق سے انکار اور جھوٹے
مذہب پر ضد لازم آئے گی - کیونکہ
حضرت امام حسین علیہ السلام کو اس تنگی
اور مجبوری میں کہ تیس ہزار فوج کثیر کے
مقابلے میں چند گنتی کے لوگ تھے اور وہ
بھی سب شہید ہو چکے تھے تقیہ کرنا
ضروری تھا - اگر شروع میں غلبہ کی امید تھی
تو آخری وقت میں جب کوئی نہ رہا تھا
تقیہ کرنا ضروری تھا -

جہاں تک تبلیغ کی شرط ہے میں تم سے کہتا ہوں
تم خواہ میری بات سے نصیحت اختیار کرو یا رنج

اور دوسرا جواب انشاء اللہ تعالیٰ

بشرط فرصت عنقریب بنظر ثانی
خواہم گذشت لَا تَقْنَطُوْا
این دو روایت کہ نقل کردہ شد
اگر احتمال دروغ باشد مطابق
نمایند۔ اگر نزد شما کافی کلینی نباشد
نسخہ مطبوعہ طہران نزد ما موجود
است، ملاحظہ نمایند۔
اللّٰھم ارنا الحق حقًا
وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل
باطلا وارزقنا اجتنابہ وآخر
دعوانا ان الحمد للّٰہ رب
العلمین۔ فقط

بشرط فرصت عنقریب نظر ثانی سے
گذرے گا، نا اُمید نہ ہوں۔
یہ دو روایتیں جو کہ نقل کی گئیں
ہیں۔ اگر ان کے جھوٹ ہونے کا شک ہو
تو مطابق کر لیں۔ اگر تمہارے پاس
کافی کلینی نہ ہو تو طہران کا چھپا ہوا نسخہ
ہمارے پاس موجود ہے، ملاحظہ کریں۔
اے اللہ ہمیں حق دکھا دے اور
اس کے پیچھے چلنے کی توفیق عطا فرما اور جھوٹ
کو جھوٹ کر کے دکھا دے اور اس سے بچنے
نصیب فرما اور ہماری آخری دعا ہے کہ
تمام تعریفیں رب العالمین کیلئے ہیں۔ فقط۔

والحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رحمۃ للعلمین۔
مترجم محمد انوار الحسن شیرکوٹی

مسئلہ خلافت و امامت پر محققانہ اور لاجواب کتاب

مطرقۃ الکرامہ علی مرآۃ الامامہ

تصنیف لطیف شیخ المشائخ رئیس المحدثین سراج الناظرین زبدۃ الفقہاء
حضرت مولانا ابو ابراہیم خلیل احمد محدث سہارنپوری ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ
مصنف بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد وغیرہ
مقدمہ از قلم الحاج حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم چکوال
مرکزی امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان
جو کہ تقریباً ایک صدی کے بعد پہلی مرتبہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئی ہے
قیمت ۔/

چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور شہادت و موقف امام حسین رضی اللہ عنہ

کی وضاحت اور خوارج و نواصب

محمود عباسی، مولانا محمد اسحاق سندیلوی اور عظیم الدین وغیرہ حامیان یزید کا مسلک و تنقید

خارجی فتنہ

از قلم فیض رقم
حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان
حصہ اول مجلد صفحات ۶۲۴ قیمت ۔/ ۔۔۔ حصہ دوم (زیر طبع)

ملنے کا پتہ: سنی دار الاشاعت جامع مسجد نواب دین گھم آباد صدر لاہور